قرآنِ حکیم

اور

دعوت و تبلیغِ دین

از

حافظ عبدالرزاق ایم اے

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ دین

علمائے اخلاق کا اس رائے پر کامل اتفاق ہے کہ کوئی خوبی یا کمال اس وقت تک کمال تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ متعدی بہ غیر نہ ہو۔ اس بیان سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ کمال یہ ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچے صاحب کمال کی ذات تک محدود نہ رہے مثلاً سورج کا کمال یہ نہیں کہ وہ روشن ہے یا گرم ہے بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ وہ روشنی اور گرمی پھیلاتا ہے اور ایک جہان کو روشن اور گرم کرتا ہے۔

دین اسلام کے متعلق اللہ کریم نے اپنی آخری کتاب میں ارشاد فرمایا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی - ورضیت لکم الاسلام دینا** (3:5) "یعنی آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا" اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام جب دین کامل ہے تو کیا اس میں وہ وصف موجود ہے جو علمائے اخلاق کی رائے کے مطابق ہر کمال کے لیے شرط لازم ہے۔

یہ آیت مفسرین کے نزدیک قرآن حکیم کی آخری احکامی آیت ہے اور اس کے نزول کے اکیاسی (81) دن بعد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو کر دار بقا کو تشریف لے گئے یعنی نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہو گیا گویا دین کی تکمیل سے مراد قرآن حکیم کا مکمل ہونا ٹھہرا۔ پھر اکمال اور اتمام کے الفاظ میں نہایت باریک نقطہ ہے اکمال اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز سے جو غرض اور مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اور

اتمام کے معنی یہ ہیں کہ اب اس سلسلے میں کسی دوسری چیز کی ضرورت اور حاجت نہیں رہی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ قرآن حکیم جس دین کا بنیادی دستور اور آئین ہے اس دین میں اکمال اور اتمام کے دونوں وصف پائے جاتے ہیں اب اس کمال کے متعدی بہ غیر ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ظہور ان اعمال و افعال کے ذریعے ہوتا ہے جو دین کی پیروی میں امت کے افراد کرتے ہیں حاصل یہ ہوا کہ دین کا کمال کتاب الٰہی میں ہے اور اس کمال کا اظہار امت کے ذمے ہے اس بنا پر امت بھی کامل اور آخری امت ہو گی۔

خیر امت (1) کتاب الٰہی کے کمال کے اظہار اور اس کو متعدی بہ غیر بنانے کے لیے اللہ کریم نے جس امت کو یہ ذمہ داری سونپی اس کو "خیر امت" کے عظیم الشان لقب سے نوازا ارشاد فرمایا۔ **کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ** (110:3) یعنی "تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو۔ برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

چند لفظوں میں امت کے منصب اور فرائض کی مکمل تصویر پیش کر دی گئی۔ جس کی اگر کچھ تفصیل دی جائے تو بقول صاحب تفسیر ماجدی یوں بنتی ہے کہ "اے مسلمانو! تم اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرو۔ تم توحید کے امانتدار ہو۔ زمین پر اللہ کے نائب اور خلیفہ ہو بہ طور اس کی پولیس کے ہو الٰہی قانون کے نفاذ و تحفظ کے لیے دنیا کے نظام عدل کو برقرار رکھنے کے لیے بھیجے گئے ہو تمہاری زندگی کا مشن ہی یہ ہے کہ حکومت الیہ کو چلاؤ نظام حق کے ایک ایک کل پرزے کو درست رکھو اور نظام باطل کا زور چلنے ہی نہ دو۔ ظلم ہوتا اگر اس ذمہ دار فعال جماعت کو جہاد و قتال کی آزادی نہ ملتی بلا اجازت جہاد بلا اجازت حدود تعزیرات اس قوم پر ذمہ داریاں ڈال

دینے کے معنی یہ ہوتے کہ ہاتھ پیر باندھ کر حکم دریا میں تیرنے کا دیا جا رہا ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس امت کو اس منصب پر فائز کرنے کی دو وجوہ لکھی ہیں فرماتے ہیں "یہ درجہ اس امت میں اور امم سے دو وجہ سے زیادہ ہے اولاً" جہاد کا مشروع ہونا جس سے دفع کفر اور دفع فساد مقصود ہے ثانیاً" بوجہ عموم دعوت محمدیہ جس کا سب اقوام کے لیے عام ہونا ہے" (بیان القرآن)

مطلب یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں سب کے لیے جہاد عام نہ تھا اور دعوت کا کام سب بھی اقوام کے لیے عام نہ تھا تو معلوم ہوا کہ اس امت کو خیر امت اس وجہ سے قرار دیا گیا کہ اسے اپنے لئے جینا ہے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے فائدے کے لیے زندہ رہنا ہے اور اس کام کے لیے ضرورت پڑے تو جان کی بازی لگا دینے سے دریغ نہیں کرنا ہے۔

(2) سوال یہ ہے کہ کیا خیر امت کے ہر فرد کی یہ دونوں ذمہ داریاں ہیں کہ عموی دعوت بھی دے اور جہاد بھی کرے یا ان امور کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں تو جہاں تک جہاد کا تعلق ہے یہ تو مسلمانوں کی ہیئت مقتدرہ یا اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے ہاں ہر فرد پر اس وقت فرض ہو گا جب اسلامی حکومت مطالبہ کرے۔ جہاں تک دعوت و تبلیغ دین کا تعلق ہے اس کی کئی صورتیں اور کئی درجے ہیں اور ہر ایک کا دائرہ عمل اور دائرہ کار مختلف ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(i) ارشاد باری ہے **یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا** (6:66)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ" یہ دعوت و تبلیغ کا نقطہ آغاز ہے کہ انسان سب سے پہلے اپنے آپ کو تبلیغ کرے اور اطاعت الٰہی کی طرف آمادہ کرے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اہل علم سے دین کے مسائل سیکھے ان پر سچے دل سے عمل کرے اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی اپنی خبر نہ لے

اور دوسروں کی طرف دوڑتا پھرے یہ تو بات وہی ہوئی کہ خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت

(ii) اپنی ذات کے بعد اپنے گھر والوں کا نمبر آتا ہے کہ خود دین سیکھ کر گھر والوں کو سکھائے اور خود اطاعت الٰہی اختیار کر کے اپنے گھر والوں سے کرائے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ **کلکم راع وکلم مسئول عن رعیتہ** - "تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے حلقہ اثر کے متعلق باز پرس ہو گی" یہ عجیب قسم کی دین داری اور نرالی تبلیغ ہے کہ گھر والے تو دین سے بے بہرہ ہیں نہ دین کا علم ہے نہ عمل اور میاں مبلغ دنیا بھر میں گھوم رہے ہیں اور خوش ہیں کہ تبلیغ ہو رہی ہے۔

اس آیت کے مفہوم کو دوسری جگہوں پر اور انداز سے بیان فرمایا گیا ہے جس میں تبلیغ کا سلیقہ بھی سکھایا گیا ہے۔

(الف) **وامر اھلک بالصلوۃ** (132:21) یعنی اپنے گھر والوں کو تلقین کرتے رہو تبلیغ کی ترتیب اور سلیقہ سکھایا جا رہا ہے کہ اتنی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ عالم ہو یا جاہل کہ گھر والوں کو نماز کی تلقین کرے کیونکہ مومن اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز ہی تو ہے جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الفرق بین العبد المئومن و الکافر الصلوۃ** - اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے گھر والوں میں وہ نشانی اور علامت تو پیدا کرے کہ انہیں پہچانا جا سکے کہ یہ مسلمان ہیں۔ اور ان کا اپنے رب سے کچھ تعلق ہے۔

(ب) **وانذر عشیر تک الاقربین** (214:26) "آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرایئے اس حکم کی تعمیل میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ یہی تھا کہ اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے

عذاب سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

(iii) ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر (104:3) "ضرور ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور بدی سے روکا کرے" پہلے دو مدارج کے بعد اس تیسرے حکم کو ملانے سے معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ کی دو قسمیں ہیں اول دعوت عامہ جو ہر مسلمان کے ذمے فرض ہے جو پہلی دو آیتوں میں بیان ہوئی اور اس کا دائرہ اپنی ذات اور اپنا کنبہ اور اس کی نوعیت نماز کی تلقین اور اجمالی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرانا۔ دوسری قسم ہے دعوت عامہ یہ کام خاص شرائط سے متعلق ہے مقتداؤں کا کام ہے اور فرض کفایہ ہے اس کے لیے علم کی ضرورت ہی نہیں بلکہ علم شرط ہے۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں علم کے شرط ہونے سے معلوم ہو گیا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات و احکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گناہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا واعظ سننا جائز نہیں۔ (بیان القرآن 45:2)

(iv) عمومی دعوت کے لیے کس قدر علم کی ضرورت ہے ارشاد باری ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظتہ الحسنتہ وجادلھم بالتی ھی احسن (125:17) اور آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور (اگر بحث آن پڑے) تو ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں تینوں امور کی وضاحت فرمائی ہے پہلے یہ فرمایا کہ اعلم انہ تعالی امر رسولہ ان یدعوا الناس بالحدی ھذہ

الحرق الثلاثته ۔ پھر فرمایا **الحجته القطعیته المفیدة العقائد الیقینیته و ذلک هوالمسمی بالحکمته الامارات الظنیته والد لائل القناعیته وهی الموعظته الحسنته لان الدعوة ان کانت بالدلائل القطعیته نهی الحکمته وان کانت بالدلائل الظینته فهی الموعظته الحسنته** پھر فرمایا **انک مکلف بالدعوة الی الله تعالی بهذا الحرق الثلاثته۔**

امام رازیؒ کی تقریر کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ داعی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(i) جو تحقیقی جواب دے سکیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مذہب پر عبور ہو۔

(ii) جو الزامی جواب دے سکے اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مذہب کے ساتھ دوسرے مذہب پر بھی نظر ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سر سے پیر تک حدود و ضوابط سے مقید ہے جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں۔

اللہ کریم نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تین طریقوں سے دعوت دینے کا مکلف فرمایا ہے۔

اول حکمت یعنی اپنے دعوے پر علمی اور عقلی دلائل قائم کیے جائیں۔

دوم موعظہ حسنہ ایسی موثر باتیں جن سے مخاطب میں نرمی اور قبول کا میلان پیدا ہو۔

سوم مجادلہ مخالف کے دعووں کو دلیل سے باطل کیا جائے مگر بطریق احسن کہ مخالف کو رنج و کلفت نہ ہو۔

صاحب روح المعانی نے اس آیت کی تفسیر میں ان تینوں امور کے متعلق لکھا ہے۔**قیل ادع بالقران الذی هوحکمته و موعظته حسنته وجوز ان یراد بالحکمته**

والموعظته الحسنته القرآن المجيد فانه جامع لكلا الامرين (روح المعانی)

یعنی قرآن حکیم کے ذریعے دعوت دوامی میں حکمت بھی ہے اور موعظہ حسنہ بھی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان تین طریقوں سے دعوت دینے کا مکلف بنایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کتاب ہدایت و حکمت کے ذریعے دعوت دی مگر تعجب ہوتا ہے ان باہمت لوگوں کی جرات رندانہ پر کہ قرآن حکیم ایک لفظ بھی پڑھ نہیں سکتے سمجھنا اور بیان کرنا تو دور کی بات ہے مگر تبلیغ کے لیے مغرب سے مشرق تک گھوم جاتے ہیں۔ پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

حصول علم کا سلیقہ:

علم کو دعوت و تبلیغ کے لیے شرط قرار دے کر اس کی ایک تدبیر بتائی ارشاد ہے۔ **وما کان المومنون لینفروا کافته فلولا نفر من کل فرقته منهم طائفته لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون** (122:9)

اور اہل ایمان کے لیے یہ کچھ ضروری نہیں کہ سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوں مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے۔

شاہ عبدالقادرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

یعنی ہر قوم میں سے چاہیے بعضے لوگ پیغمبرؐ کی صحبت میں رہیں تاکہ علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبرؐ موجود نہیں لیکن علم دین موجود ہے اب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے (موضح القرآن)

اس آیت میں اللہ کریم نے ایک ترتیب اور تبلیغ کا سلیقہ بتایا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(1) عمومی دعوت کے لیے علم کو شرط قرار دیا تو ہر مسلمان کے لیے یہ کام واجب قرار نہیں دیا لیکن حکم دیا کہ اس کام کے لیے ایک خصوصی جماعت تیار کی جائے اس لیے ہر مسلمان کو یہ کام لازم نہیں۔

(2) ہر طبقے میں سے کچھ لوگ اس کام کے لیے مختص کر دیئے جائیں

(3) وہ افراد کسی عملی مرکز میں جائیں دین سیکھیں اور دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں

(4) جب دین سیکھ لیں تو واپس آئیں تو اپنی قوم اور اپنے طبقے میں دین کی تبلیغ کریں گویا دعوت و تبلیغ کی ترتیب اور سلیقہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے کسی دینی مرکز میں بھیجے جائیں وہ وہاں رہ کر دین سیکھیں۔ سیکھ کر لوٹیں تو اپنی قوم میں تبلیغ کریں۔

دعوت و تبلیغ کے کام کے لیے یہ ترتیب اور سلیقہ اتنا اہم ہے کہ اللہ کریم نے صرف یہ بتا دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملاً اس کی ایک مثال قائم کر کے امت کو خبردار کیا کہ دعوت وت کا قرآنی طریقہ یہ ہے۔ ارشاد ہے۔

واذ صرفنالیک لفرا من الجن یستمعون القران فلما حضر وہ قلوا انصتوا فلما قضی ولوالی قومھم منذرین (46

اور جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپؐ کے پاس لے آئے جو قرآن سننے لگے غرض جب وہ قرآن کے پاس آئے کہنے لگے خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس ڈرانے والے بن کر لوٹے۔

بات وہی فرمائی جا رہی ہے کہ تبلیغ کی ترتیب اور سکھانے کے لیے ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپؐ کے پاس بھیجا جو مرکز علم ہے آپؐ نے قرآن سنایا انہوں نے خوب غور سے سنا اور لوٹ کے اپنی قوم کے پاس آئے تو انہیں قرآن کی تعلیمات

پہنچائیں۔

یہ ہے قرآنی دعوت و تبلیغ کا نقشہ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(1) دعوت و تبلیغ دو قسم کی ہے ایک دعوت خاصہ دوسری دعوت عامہ۔

(2) دعوت خاصہ ہر مسلمان پر واجب ہے مگر اس کا دائرہ اپنی ذات ہے پھر اپنے عزیز و رشتہ دار۔

(3) دعوت عامہ کے لیے علم شرط ہے اس لیے یہ اہل علم کا کام ہے جاہل کے لیے جائز نہیں کہ دعوت عامہ دے اور اگر دے تو مسلمانوں کو سننا جائز نہیں۔

(4) دعوت عامہ کے لیے ترتیب اور سلیقہ یہ ہے کہ کسی دینی علمی مرکز میں جا کر دین کا علم حاصل کرے پھر لوٹ کے اپنی قوم کو تبلیغ کرے۔

(5) دین کا علم حاصل کرنے کے لیے علمی مرکز میں جانا ہر مسلمان کے لیے لازمی نہیں بلکہ ہر طبقہ میں سے کچھ لوگ اس کام کے لیے مختص کیے جائیں وہ دین سیکھ کر آئیں اور اپنی قوم کو تبلیغ کریں۔

یاد رہے دین کا علم بہت سی کتابیں پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ علم سے مراد کسی دین دار استاد سے قرآن و سنت کی تعلیمات حاصل کرنا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ قریبا" ہر ڈاکٹر MBBS کی ڈگری رکھتا ہے مگر بعض ڈاکٹر بعض خاص شعبوں میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں جنہیں سپیشلسٹ کہتے ہیں جیسے کوئی آنکھوں کا ماہر ہوتا ہے کوئی دل کا کوئی ہڈیوں کا وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے ڈاکٹری کے اس خاص شعبے میں تحقیق اور ریسرچ کی ہوتی ہے اور اس میں عملاً مہارت پیدا کر لی ہوتی ہے اسی طرح دین کے مختلف شعبوں میں بھی سپیشلسٹ ہوتے ہیں عالم سبھی ہوتے ہیں مگر کوئی مفسر ہوتا ہے کوئی محدث کوئی فقیہہ کوئی تزکیہ کے فن کا ماہر ہوتا ہے اسی طرح تبلیغ دین بھی دین کا ایک شعبہ ہے اور اس میں بھی

علماء نے مہارت پیدا کی ہے تحقیق کی ہے اور تبلیغ کی نئی نئی راہیں نکالی ہیں اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآنی دعوت و تبلیغ کی روشنی میں ایسے ماہرین تبلیغ کے کام سے بھی کچھ استفادہ کیا جائے۔

چودھویں صدی کے نصف اول میں ایک منظم تبلیغی تحریک شروع ہوئی جس کے بانی ایک عالم مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ تھے جیسا کہ ہر تحریک کا ایک بنیادی مقصد اور نصب العین ہوتا ہے اسی طرح اس کا بھی ایک مقصد تھا جو خود بانی تحریک نے واضح طور پر بتایا۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا کہ حضرت مولانا الیاسؒ نے خود میرے سامنے وضاحت کرتے فرمایا۔

"یہ سلسلہ میں نے اس لیے شروع کیا ہے کہ مدرسوں کو طالب علم ملیں اور مشائخ کو مرید ملیں" (خطبات حکیم الاسلام جلد 3 صفحہ 430)

مولانا نے اپنے اس بیان میں اپنی تحریک کے کام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک ذریعہ دوسرا مقصد۔ دعوت دینا ذریعہ ہے مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دعوت قبول کریں ان کی تعلیم اور تزکیے کا اہتمام کیا جائے تعلیم کے مرکز دینی مدارس ہیں اور تزکیہ کے مرکز سلسلہ ہائے تصوف کے مشائخ ہیں چنانچہ آپ نے یہی فرمایا کہ میری دعوت کا اثر یہ ہوگا کہ دعوت قبول کرنے والوں کے دلوں میں دین کے سمجھنے کی طلب اور تڑپ پیدا ہوگی اور دینی مدارس کا رخ کریں گے اور تزکیے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوگا اور وہ مشائخ عظام کے ہاں جا کر تزکیہ نفس کا فن سیکھیں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا الیاسؒ نے جو فرمایا وہ بعینہ وہی ہے جو اللہ کریم نے نبوت کے فرائض کے بیان میں فرمایا کہ **یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمتہ**۔ کہ میرے نبیؐ کا کام یہ ہے کہ میرے بندوں کو میری کتاب پڑھ کر سنائے یہ حصہ دعوت ہے۔ پھر جو لوگ دعوت قبول کریں انؐ کے لیے پہلا کام

یزکیھم کہ ان کا تزکیہ کرے پھر ویعلمھم الکتٰب والحکمتہ - ان کو میری کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی باتیں سنائے۔

اللہ کریم نے وضاحت فرما دی کہ بلانا صرف بلانے کے لیے نہیں بلکہ بلانے پر جو لوگ آ جائیں ان پر تعمیری کام کرنا مقصد ہے اور وہ ہے تزکیہ اور تعلیم۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا نے یہ بات صرف کہنے کی حد تک نہیں کی بلکہ جو کہا عملاً" کر کے دکھایا مثلاً مولانا کا یہ معمول تھا۔ کہ جب کچھ لوگوں سے ایک چلہ دعوت کا کام لیتے ان کو حضرت مولانا مدنیؒ کے پاس بھیجتے اور یہ لکھتے کہ حضرت میں نے ان کا ظاہر کچھ بنا دیا ہے آپ ان کا باطن کچھ بنا دیں" یہ تھا مقصد کی طرف پہلا قدم اور حضرت مدنیؒ ان کو ذکر الٰہی کراتے اور تصوف و تزکیہ کے کورس میں جیسا کہ معمول ہے انہیں لطائف ستہ کراتے۔

جہاں تک مقصد کی طرف دوسرے قدم کا حصہ ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہے کہ آپ نے پہلے میوات میں کام شروع کیا اور علاقہ میوات میں کئی سو مدرسے قائم کیے (دینی دعوت ص 73) یاد رہے کہ یہ مدرسے وہ نہیں تھے جن میں بچوں کو الف آم اور ب بکری پڑھایا جاتا ہے بلکہ یہ مدرسے وہ تھے جہاں مسلمانوں کو دین سکھایا جاتا تھا۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ہر عمل کا کوئی محرک ضرور ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک کام کے کئی محرکات ہوتے ہیں کوئی بنیادی محرک اور کوئی فوری محرک، اس طرح دعوت و تبلیغ ایک ایسا عمل ہے جس کا ایک بنیادی محرک ہے اور وہ یہ کہ دین اسلام بنیادی طور پر تبلیغی دین ہے اس لیے ہر مسلمان کے فرائض میں یہ داخل کہ وہ تبلیغ کرے فرق اتنا ہے کہ کسی کے ذمہ تبلیغ خاصہ ہے اور کسی کے ذمہ تبلیغ عامہ پھر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ جن کے ذمہ تبلیغ عامہ ہے ان کے ذمہ دعوت خاصہ پہلے ہے لیکن جن کے ذمہ دعوت خاصہ ہے ان کو تبلیغ عامہ کی اجازت نہیں۔

مولانا الیاسؒ کی اس تحریک کا فوری محرک ان کا ایک خاص مشاہدہ ہے۔ آپ علاقہ میوات میں گئے لوگوں سے ملے پوچھا کون ہو۔ جواب ملا مسلمان ہیں نام پوچھا تو بالکل ہندوانہ پوچھا کلمہ آتا ہے۔ جواب ملا وہ کیا ہوتا ہے مولانا کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ کلمہ تک نہیں آتا اور نام بھی ہندوانہ ہے تو مولانا نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ان لوگوں پر محنت کر کے ان کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے اسی نہج پر کام شروع کیا اور چھ نمبر بنا کر ان کو اسلام سے روشناس کرانے کی ابتدا کی کہ جب یہ لوگ اتنا سمجھ جائیں گے کہ اسلام کیا ہے تو آگے ان کو اس قابل بنایا جائے گا کہ جو کچھ اسلام ہے اس کی تفصیل معلوم کر کے عملاً" مسلمان بن کر رہیں۔ اس کی صورت بالکل وہی ہے جو کسی بچے کو سکول یا کالج میں داخل کرنے کی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف داخل کرنا مقصد نہیں ہوتا بلکہ داخل کرنا ایک ذریعہ ہوتا ہے تعلیم حاصل کرنے کا اسی طرح مولانا کی دعوت کی بالکل یہی حیثیت تھی کہ ان اسلام سے نا آشنا مسلمانوں کو بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے اسی طرح ان کو اسلام کے مدرسہ میں داخل کر کے ان کو آئندہ تعلیم دے کر پورا مسلمان بنانے کا اہتمام کیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مولانا الیاسؒ نے اپنے کام کو صرف دعوت تک محدود رکھا یا بلا کر اور داخل کر کے کچھ آگے کی فکر بھی کی تو اس بات کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت پر نگاہ رکھئے اس تحریک میں آپ کے دست راست آپ کے بھتیجے شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ تھے۔ تحریری کام سارے کا سارا شیخ الحدیث نے کیا اور نظم جماعت میں بھی وہ برابر شریک رہے۔

اب رہی یہ بات کہ انہوں نے عملاً کیا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ :-

(۱) جیسا کہ ابھی ابھی "دینی دعوت" کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے علاقہ میوات

میں مولانا نے کئی سو مدارس کھولے

(2) 37 صفحات کا ایک کتابچہ جس کا عنوان ہے "ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط" جو شیخ الحدیث کا لکھا ہوا ہے اور مکتبہ زکریا فیصل 38 محمدی پارک راج گڑھ لاہور نے طبع کیا ہے۔ ان میں سے کچھ اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ مولانا الیاسؒ کے کام کا اصل نقشہ سامنے آ جائے۔ (پورے کتابچہ کی فوٹو کاپی بھی لف ہے)

(الف) مکتوب گرامی مولانا الیاسؒ بنام تمام کارکنان تبلیغ علاقہ میوات!

(i) اپنے اپنے ان لوگوں کی فہرستیں جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں۔

(ii) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتا دیا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں۔

(iii) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہو۔

(iv) تم خود بھی ذکر میں مشغول ہو یا نہیں اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کر دو۔

(vii) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلا رائے پور جا کر گذاریں۔

اس مکتوب سے ظاہر ہے کہ مولانا الیاسؒ نے اپنی تحریک کا مقصد جو بیان فرمایا اس کو عملاً پورا کرنے کی کوشش بھی کی۔ کہ پہلے دعوت دو پھر جو آئے اس کے تزکیہ و تعلیم کا اہتمام کرو۔ تو تزکیہ کے لیے آپ نے ذکر الٰہی کی تاکید کی اور حکم دیا ایک چلہ تزکیہ کے مرکز حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں گذاریں اور تعلیم کے لیے پہلے سے جاری مکاتب کی نگرانی کا حکم اور جدید مکاتب کھولنے کی تلقین فرمائی۔ یہ مقصد کی

طرف بڑھنا ہے اور یزکیھم و یعلمھم الکتاب کی تعمیل ہے۔

اس کے علاوہ مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانی نے مولانا الیاسؒ کے مکاتب کے جو مجموعے شائع کیے ہیں ان میں بعض مکاتب کے اقتباس بھی شیخ الحدیث نے اپنے اس خط میں دیے ہیں مثلاً:-

(i) مولانا الیاسؒ نے فرمایا آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بیکار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا آپ نے اہتمام نہیں کیا (خط ص 12)

(2) علم و ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ اہتمام رکھا جائے ورنہ یہ آپ کی تبلیغی تحریک بھی ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی (صفحہ 12)

(3) علم و ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے اور ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم و صحبت سے مستفید ہوں (خط ص 14)

اس مختصر سے بیان سے ظاہر ہے کہ بانی تبلیغ نے یہ تحریک کس ارادے سے اور کس مقصد اور نصب العین کو سامنے رکھ کر شروع کی یعنی دعوت کو ذریعہ بنایا اور تزکیہ اور تعلیم دین کو مقصد بنایا یہ دو اس تحریک کے اجزائے ترکیبی تھے۔ ان کے دست راست حضرت شیخ الحدیثؒ نے دل و جان سے تعاون کرتے ہوئے علمی مواد فراہم کیا اور برابر کرتے رہے مثلاً فضائل قرآن ذی الحج 1348ھ صفحات 72 لکھی چونکہ دین شروع ہی قرآن سے ہوتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلے اس کا تعارف کرایا۔ پھر فضائل تبلیغ 1350ھ صفحات 23 پھر فضائل نماز محرم 1358ھ صفحات 87 پھر

فضائل ذکر شوال 1358ھ صفحات 176 تصنیف فرما کر کے بعد دیگر دیتے رہے مولانا الیاسؒ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا یوسفؒ آپ کے جانشین بنے یوسف صاحبؒ نے اس تحریک کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

"علم و ذکر اس کام کے دو بازو ہیں ان میں سے کسی ایک کی کمی و سستی اصل کام کے لیے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے ہر ایک اپنی جگہ ضروری اور لازمی ہے۔ علم و ذکر کے مراکز خانقاہیں ہیں اور مدارس ہیں ہم اپنے ان دو بازوؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت اہل علم علماء اور مشائخ کے محتاج ہیں وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم علم و ذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں ان کی صحبت کو اپنے لیے باعث اصلاح و نجات سمجھیں"

(خط ص 15)

تقسیم ملک کے بعد جماعت میں بقول شیخ الحدیث بابوؤں اور جوان بھائی صاحبان کی کثرت ہو گئی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جماعت میں یہ جذبہ ابھرنے لگا کہ جماعت کو نوجوان قیادت کی ضرورت ہے۔ جو عصری تقاضوں کے مطابق لائن آف ایکشن مقرر کریں اور جدید حالات میں جدید تقاضوں کو پورا کرنے کی تدبیریں عمل میں لائیں۔ چنانچہ نوجوان قیادت رفتہ رفتہ سامنے آنے لگی اور اس کی گرفت جماعت پر ہونے لگی ہے نوجوان قیادت نے واقعی جماعت کا تنقیدی جائزہ لیا اور اس کے نتیجے میں جماعت کو نئی راہ پر لگانے میں کامیاب ہو گئی حالیہ نوجوان قیادت نے جائزہ لے کر محسوس کیا کہ۔

(1) یہ ایٹمی دور ہے طویل المیعاد منصوبے' جفا کشی اور مشقت کے کاموں کا بوجھ آج کا ذہن برداشت نہیں کر سکتا۔

(2) ہمارے بزرگ قائدین بنیاد پرست تھے انہیں ماڈرن ازم کے تقاضوں کی خبر تک

نہیں تھی ہم انسے خوب واقف ہیں۔

(3) اس لئے نیا ذہن علم دین اور ذکر الٰہی کے جھنجھٹ میں پڑتا نہ قبول کر سکتا ہے نہ برداشت کر سکتا ہے۔ لٰہذا اب ہمارا مقصد صرف دعوت ہو گا علم اور ذکر الٰہی ہمارے نصاب سے خارج ہیں۔

(4) جب علم اور ذکر ہمارے مقصد سے خارج ہے تو دعوت دینے کے لیے علم کی کیا ضرورت ہے اس لیے اب دعوت دینے کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ آدمی تبلیغ دین میں لگ جائے خواہ ٹھیٹھ جاہل اور ضدی ہو۔

(5) قرآن مجید کو کتاب ہدایت سمجھنا اور اسی سے ہدایت لینا بنیاد پرست لوگوں کا کام ہے ہم اسے بس ثواب کے لیے پڑھیں گے اسے سمجھنے کی کوشش ہرگز نہیں کریں گے کہ علم بہت بڑا حجاب ہے ہمارے ہاں ہدایت کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ " بزرگوں نے فرمایا" یا "بزرگ فرماتے ہیں"۔

بانی تبلیغ کی نگاہ میں جب علم اور ذکر اس تحریک کی جان تھی اب وہ دونوں اجزاء باقی نہیں رہے تو بانی تبلیغ ہی کے الفاظ میں اب یہ تحریک تبلیغ کی تحریک نہیں بلکہ آوارہ گردی کی تحریک بن چکی ہے۔

ماڈرن تبلیغی کی تعریف یہ ہے۔

(1) وہ شخص جس کی بیوی اپنے خاوند کی زندگی میں بیوہ ہو۔

(2) وہ شخص جس کے بچے اپنے باپ کی زندگی میں یتیم ہوں۔

(3) وہ شخص، جس کے دین سے حقوق العباد کا شعبہ خارج ہو۔

(4) وہ شخص جو ایک چلہ لگا لینے کے بعد انا خیر منہ کے مقام پر پہنچ کر ہر اس شخص کو حقیر سمجھے جس نے چلہ نہ لگایا ہو۔

(5) وہ شخص جو معاملات سے بے نیاز ہو۔

(6) وہ شخص جس کو آوارہ گردی کا چسکا اتنا شدید ہو جتنا ہیروئن کا ہوتا ہے۔

(7) وہ شخص جو دین کا علم سیکھنے سے اتنا بچتا ہو جتنا آگ سے بچتا ہے۔

(8) وہ شخص جو ذکر الٰہی کو شجر ممنوعہ سمجھتا ہو۔

(9) وہ شخص جو جاہلوں کی معیت میں آوارہ گردی کرنے کو دین کی معراج سمجھتا ہوں۔

(10) جو دینداری کی ایکٹنگ کرنے کا ماہر ہو پکا اور ماڈرن تبلیغی ہے۔

ماہنامہ "صدائے اسلام" پشاور میں ایک استفتا چھپا تھا جو جامعہ اشرفیہ پشاور کے استاذ الحدیث کی طرف سے شائع ہوا تھا اس میں ماڈرن تبلیغی جماعت کے 23 ملفوظات درج کر کے علما سے پوچھا گیا تھا کہ شریعت کی نگاہ میں ان کی کیا حیثیت ہے یوں تو ہر بات ۔

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

کے مصداق ہے مگر نمبر 3 تو ان میں شاہکار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "ایک بزرگ نے خواب دیکھا ہے کہ جہاد کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اب امت کی اصلاح صرف اس رائے ونڈ والے عمل سے ہو گی" یہ بیچارے سادہ لوگ ہیں اور علم دین سے انہیں پیدائشی بیر ہے۔ اس لیے اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ بزرگ کبھی سوتا ہی نہیں یہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے بیداری میں کہتا ہے ہاں کہتا انہیں ہے جن کے دل سوئے ہوئے بلکہ مردہ ہوں کیونکہ ایسے لوگوں کا دین ہی یہ ہوتا ہے کہ "بزرگ فرماتے ہیں" خدا اور رسول سے ان کا واسطہ صرف ثواب لینے کا ہوتا ہے بات ماننے کا نہیں سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد منسوخ ہو چکا۔

قرآن کریم صرف ثواب کی خاطر پڑھنے کے لیے ہے حقوق العباد دین سے خارج ہیں۔ معاملات کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ دین کا علم حاصل کرنا بڑا حجاب ہے۔

اللہ کا ذکر جائز نہیں تو پھر دین ہے کیا یہی کہ صبح و شام آوارہ گردی کرو۔ دوپہر کو قیلولہ کا ثواب لینے کے لیے اور رات تسکنوانید کا ثواب لینے کے لیے مسجدوں میں لیٹ رہو اور خوب کھا پی کر مراقبہ نوم میں مشغول ہو جاؤ اس طرح چلہ پورا کر کے گھر آؤ۔ اہل و عیال اپنا کوئی رونا روئیں یا کوئی مطالبہ پیش کریں تو فوراً ایک اور چلہ کا ارادہ کر لو تاکہ ثواب ملنا شروع ہو جائے اور موقعہ پاتے ہی آنکھ بچا کر دوسرے چلے پر نکل جاؤ اور سینہ تان کر کہو کہ میں نے اتنے چلے لگائے ہیں۔

آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے مذکورہ خط کا خلاصہ درج کر دینا مناسب ہوتا ہے کیونکہ وہ بانیاں تبلیغ میں سے ہیں اور تبلیغ والوں کے پاس دین وہی کچھ ہے جو شیخ الحدیثؒ نے تبلیغی نصاب میں لکھ دیا ہے۔ اس لیے ان کا جائزہ اور ان کا فیصلہ تو قطعی اور حتمی شمار ہونا چاہیے وھواہذا:-

(1) خود تبلیغی جماعت والے تبلیغ کی زندگی اور اس کے پھیلاؤ کو اس کی روح کے مر جانے میں منحصر سمجھنے لگ گئے ہیں (ص 5)

(2) تبلیغ کی روح اور حفاظتی قلعہ ذکر اللہ ہے (ص 6)

(3) ذکر اللہ ساری عبادات۔ جہاد۔ نماز۔ اور تبلیغ کے چھ نمبروں کی بھی روح ہے۔ (ص 6)

(4) شیطان نے اس روح کو کمزور کرنے کی کوشش ہی نہیں کہ بلکہ ان کو اس کی مخالفت پر آمادہ کر دیا (ص 6)

(5) فرائض وغیرہ کے ذکر ہونے کا مدار قلب کی اصلاح اور اس کے ذاکر ہونے پر ہے۔

(6) علم دین اور ذکر اللہ کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں ہے (ص 13)

(7) مولانا الیاسؒ نے فرمایا۔ ذکر اللہ شر شیطان سے بچنے کے لیے قلعہ اور حصن

حصین ہے (ص 13)

(8) علم و ذکر کے کام کا طریقہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے۔

(9) چلہ پر جانے والوں کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہی دعوت کا کام حقیقی ذکر ہے۔ ذکر سے بڑھ کر ہے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** (ص 16)

(10) آج اللہ کے فضل سے اس جزو یعنی دعوت کے پھیلاؤ کو ذکر چھوڑنے کا عذر قرار دیا جاتا ہے۔ (ص 16)

(11) حضرت جی یوسف صاحبؒ نے فرمایا۔ معاملات میں ہماری کمزوری کی بہت سی شہرت ہو رہی ہے۔ اس کا فکر چاہیے۔ (ص 18)

(12) تقسیم کے بعد بابوؤں اور نوجوان بھائی صاحبان کی کثرت ہو گئی تو کام کا پھیلاؤ تیزی سے ہو گیا۔ مگر یہ طبقہ ذکر کی لائن سے نا آشنا تھا اس لیے شیطان کو اپنے بچاؤ کے قلعہ کو توڑنے اور کام کی روح پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔ (ص 20)

(13) اب یہ لوگ ذکر اسی کو قرار دیتے ہیں جو نظر بھی آتی ہو مثلاً دعوت کے کام کا پھیلاؤ اور جماعتوں کا نکلنا وغیرہ جن باتوں کا ذکر اب کارگزاریوں میں ہوتا ہے حالانکہ وہ پھیلاؤ تبلیغی چھ نمبروں کا پھیلاؤ نہیں بلکہ اس نام سے کسی اور چیز کا پھیلاؤ ہے (ص 22) ظاہر ہے کہ یہ اور چیز آوارہ گردی ہی تو ہے۔

(14) اب ذکر کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں (ص 22)

(15) اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ کھلم کھلا ذکر اور خانقاہوں کی مخالفت ہو رہی ہے۔ (ص 23)

(16) میری تو یہ خواہش ہے کہ رائے ونڈ والے سب کے سب حضرت رائے پوری کے پاس حاضر ہوا کریں۔ (ص 25)

(17) اہل ذکر اور اہل نسبت سے رجوع کرو اور ان سے ذکر پوچھو ساتھیوں کو اس پر عملاً لگاؤ (ص 27)

(18) یہ نہیں کہ صرف دوسرے نمبروں پر ان کی طاقت خرچ کروانے کے بعد جب چھٹی دو تو اعلان کر دو کہ بھائی اپنی اپنی تسبیحات پوری کرلینا (ص 27)

مختصر یہ کہ حضرت مولانا الیاسؒ نے جو ایک خوشبودار پھولوں کا ایک چھوٹا سا باغیچہ لگایا تھا اب وہ جھاڑ جھنکار کا ایک وسیع اور خوفناک جنگل بن چکا ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے
اور اس پر دعوائے حق پرستی اور اسی پہ یاں اعتبار بھی ہے

اس ماڈرن تبلیغی جماعت کا ایک فائدہ بھی ہے نہیں بلکہ اسلام پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اقوام عالم کو اسلام کے ایک ایسے وصف سے روشناس کرایا جو چودہ صدیوں تک دنیا کی آنکھوں سے اوجھل رہا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:-

دنیا کا کوئی مذہب ہو الہامی ہو یا غیر الہامی سچا ہو یا جھوٹا اس میں ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ اس مذہب کا پرچار کرنے والا اس مذہب کا عالم ہونا چاہیے مثلاً عیسائیت بہت بڑا مذہب ہے اس کے پرچار کرنے والے پادری Dr of Divinity کی ڈگری رکھتے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق تمام اہل مذاہب کا عقیدہ کہ یہ بڑا علمی عقلی اور بین الاقوامی دین ہے اس کی تعلیمات وسیع اور جامع ہیں زندگی کے ہر شعبے میں یہ مکمل رہنمائی دیتا ہے اس لیے اس دین کا مبلغ بہت بڑا عالم ہوتا ہے اور خود اسلام کی بنیادی کتاب میں تبلیغ کا سلیقہ سکھاتے ہوئے مبلغ کو اس کا مکلف بنایا ہے کہ وہ عالم ہو مگر اس ماڈرن تبلیغی جماعت نے دنیا کو باور کرا دیا ہے کہ دنیا اب تک ایک خطرناک غلط فہمی میں مبتلا رہی اسلام وہ دین ہے جس کا مبلغ

بننے کی صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ دین کے علم کے اعتبار سے ٹھیٹھ جاہل ہو دینوی تعلیم اگر ہو تو وہ قابل معافی ہے اور اگر جاہل مبلغوں کا ایک ریوڑ تبلیغ کے لیے نکلے تو سبحان اللہ نور علی نور ہوتا ہے برکات موسلادھار بارش کی طرح برستی ہیں فرشتے حیران ہوتے ہیں کہ ایسے مقدس لوگ چودہ صدیوں تک اسلام کو میسر نہیں آئے۔

ایک اور صدیوں کی نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں برس کی پرانی غلط فہمی بھی اس ماڈرن تبلیغی جماعت نے دور کر دی وہ یہ کہ جاہلوں کو پھانسنے کے لیے ان کے مبلغ جب بیان کے لیے اٹھتے ہیں تو بڑی معصومیت سے کہتے ہیں یہ انبیاء والا کام ہے مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ انبیاء جاہل ہوتے تھے حالانکہ قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ نبی کا استاد اللہ کریم خود ہوتا ہے اور یہ اہتمام فرماتا ہے کہ پہلے خود نبی کو تعلیم دیتا ہے پھر اسے تبلیغ پر مامور فرماتا ہے چنانچہ پہلا انسان جسے اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر کرہ ارض پر بھیجا اسے پہلے خود تعلیم دی **وعلم ادم الاسماء کلها** اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بعد نبوت کا سلسلہ ہی ختم کر دیا اس سے پہلی بات جو کی تو تعلیم دینے کی اقراء اور پھر اسے یقین دلایا کہ **فلا تنسی** کہ ہم تجھے ایسا پڑھائیں گے کہ تو کبھی نہیں بھولے گا مگر یہ حضرات تعلیم کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ جیسے ہم جاہلوں کا ایک ریوڑ دین سکھانے نکلے ہیں اسی طرح انبیاء بھی معاذ اللہ جاہلوں سے تھے اور لوگ بھی ان کی بھولی بھالی مقدس صورتوں کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں حالانکہ انہی لوگوں کے گاؤں میں اگر کوئی نابیناؤں کی جماعت آ کر گلی گلی "ہوکا" دے کہ اے لوگو! ہم تو اندھے ہیں لیکن ہمارے پاس آؤ ہم تمہاری آنکھوں کا اپریشن کر کے تمہیں بینا کر دیں گے تو کوئی بھی نہیں مانے گا لیکن یہی کچھ ہوتا ہے یہ زبان سے کہتے نہیں کہ ہم جاہل ہیں لیکن ہوتے سکہ بند جاہل ہیں۔ اور گلی گلی پھر کے صدائیں لگاتے ہیں یعنی ہم تو

الف کا نام کلہ بھی نہیں جانتے مگر ہمارے پاس آؤ سارا دین تمہارے دماغ میں ٹھونس دیں گے۔

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد

ان لوگوں کا ایک اور احسان یہ ہے کہ دنیا کو ایک نیا نظریہ دیا ہے قدیم نظریہ یہ تھا کہ انسانوں کی اصلاح تربیت گاہوں میں رہ کر ہوتی ہے ان حضرات نے یہ باور کرایا کہ انسانوں کی تربیت اور اصلاح تو آوارہ گردی سے ہوتی ہے آدمی کو سیماب صفت ہونا چاہیے ایک جگہ ٹک کے رہ جانا یہ تو جمادات کا خاصہ ہے۔

حالانکہ مولانا الیاسؒ کا معمول یہ تھا کہ فرمایا مجھے میوات بھی جانا ہوتا ہے تو میں ہیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعے اسے غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے سہارنپور یا رائے پور کے خاص مجمع میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔

دوسروں سے بھی فرمایا کہ دین کے کام کے لیے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں (ملفوظات حضرت دہلویؒ (مولانا الیاسؒ) بحوالہ آپ بیتی نمبر 4 ص 122 شیخ الحدیث)

یعنی بانی تبلیغ کا حال یہ ہے کہ تبلیغ کی چلت پھرت سے قلب میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی اصلاح کے لیے رائے پور یا سہارنپور جو اہل ذکر کی خانقاہیں اور اصلاح کے مرکز ہیں وہاں کچھ رہنا پڑتا ہے مگر ماڈرن تبلیغی کہتے ہیں کہ چلت پھرت سے اصلاح ہوتی ہے بات وہی ہوئی کہ۔ من چہ می سرائم و طنبور من چہ می سراید

مطلب یہ ہوا کہ مولانا الیاسؒ غلط کہتے ہیں۔ اصلاح کا ذریعہ مرکز اصلاح میں رہنا نہیں بلکہ آوارہ گردی کرنا ہے۔

ماڈرن تبلیغیوں کا ایک اور کمال یہ ہے کہ یہ انسانی نفسیات کے ماہر ہوتے ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا جب تعلیم و تعلم کی حیثیت عبادت کی تھی چنانچہ طلباء پڑھنے میں خوب جانیں کھپاتے تھے نصابی کتب کے علاوہ بھی کئی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے جو ان نصابی کتب کی تشریح اور تفصیل بتاتی تھیں پھر تہذیبی ترقی سے یہ تبدیلی آئی کہ تعلیم و تعلم کی حیثیت تجارت کی ہو گئی اور مقصد محض ڈگری لینا ٹھہرا اس کا اثر یہ ہوا کہ نصاب کی کتب کا مطالعہ کرنا موقوف ہوا GET-THROUGH-GIUIDE اور GUESS PAPER پر ساری توجہ مرکوز ہو گئی کیونکہ ایٹمی دور کا نازک مزاج طالب علم نصابی کتب کے بارگراں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

ماڈرن تبلیغیوں نے نئی نسل کی اس نفسیات کو بھانپ لیا اور اس کے مطابق دین کا جوہر۔ خلاصہ اور ست نکال کے پیش کر دیا ہے کہ دین کے اجزائے ترکیبی دو ہیں علم اور عمل۔ دینی علم کے لیے قرآن حدیث فقہ وغیرہ کے جھمیلوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں سارا علم تبلیغی نصاب میں ہے۔

اس کے باہر دینی علم کا سرے سے وجود ہی نہیں البتہ تبلیغی نصاب کا مطالعہ کرنے کے لیے Sense of Propotion سے کام لینا ہو گا۔ وہ یوں کہ فضائل تبلیغ جو 32 صفحات پر مشتمل ہیں ساری توجہ انہی پر مرکوز رکھنی ہے کہ فضائل ذکر الٰہی جو 176 صفحات پر مشتمل ہیں انہیں آؤٹ آف کورس سمجھنا ہے یہ باب شیخ الحدیث کی نیاد پرستانہ ذہنیت کا آئینہ دار ہے بس یوں سمجھو کہ دین کا سارا علم ان 32 صفحات ں سمو دیا گیا ہے۔

دین کا دوسرا جزو عمل ہے تو عمل صرف دو ہیں "نکلو" اور "چلے" لگاؤ اس کے علاوہ نہ کوئی عمل ہے نہ عبادت ہے مختصر یہ کہ دین صرف یہ ہے کہ تبلیغی نصاب

بغل میں رکھے نکلو اور چلے لگاؤ ہاں اگر بہت شوق ہو تو یہ شغل بھی رکھو کہ اتنے ہزار حج اور عمروں کا ثواب ہوتا ہے اتنی حوریں ملیں گی یہ حساب جوڑتے رہا کرو اس کے لیے کیلکولیٹر پاس رکھو تو اور اچھا ہے اس بات کا خیال تک نہیں آنا چاہیے کہ یہاں اکلوتی بیوی نہیں سنبھالی جاتی وہاں ستر ستر حوریں کیسے سنبھالیں گے کیونکہ یہاں ایک بے چاری بہروں کی جان کو روتی زندگی گذار دیتی ہے وہاں حوریں بھی یہی عمل کرلیں گی تمہارا کام صرف یہ ہے کہ میاں لڈنا کھانا تے کدنا

وما علینا الا البلاغ

★★★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط

جو

تبلیغی جماعت کے ایک مخلص کارکن کے نام ہے جس میں ذکر کے متعلق شیطان کے ایک علمی اور ایک وہمی بے بنیاد دھوکے کو واضح کیا گیا ہے۔

○

حسب ارشاد قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی مدظلہ العالی

طبع ہوا

از محمد اقبال مدینہ منورہ

مکتبہ زکریا خلیل

۳۸ - محمدی پارک ، راج گڑھ ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

عن مدینہ منورہ علی منورھا الف الف صلوٰۃ والسلام۔ عزیز گرامی قدر و منزلت زاد شوقکم و عشقکم۔

بعد سلام مسنون: محبت نامہ بیماری میں ملا۔ جس کو پڑھ کر اور بھی بیمار ہوگیا۔ جس خلوص و محبت سے آپ نے اپنے دینی جذبات کا اظہار کیا اور بندۂ نااہل کی خدمات حاصل کرنا چاہی اس نے مجبور کر دیا کہ میں اپنے خیالات کو تفصیل سے عرض کر دوں۔ اس سے پہلے بھی آپ کا خط آیا تھا اور ذکر شغل کے متعلق آپ نے مجھ سے پوچھا تھا۔ میں نے اس وقت بھی قطع نظر اپنی نااہلیت کے آپ کی خیرخواہی کے پیش نظر بہت زور سے لکھا تھا کہ آپ اس معاملہ میں ہمارے بزرگ اور حضرت اقدس شیخ دام مجدہم کے مجاز حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب سے رجوع کریں۔ کیونکہ آپ کو ان سے مناسبت ہے۔ عقیدت ہے اور آپ کے اندر تبلیغی کام کی تڑپ ہے ان سے پورا جوڑ بیٹھ جائے گا۔ جو کہ اس لائن کی ضروری شرط ہے۔

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں تبلیغ کے مبارک کام کے بند ہو جانے سے آج کل چونکہ آپ فارغ ہیں تو چاہتے ہیں کہ چلو اس فراغت میں ذکر شغل ہی کر لیا جاوے۔ اللہ پاک کا مبارک نام تو وہ ہے کہ چاہے ذکر و ثواب کی نیت سے نہ بھی کیا جاوے۔ ویسے ہی محاورہ کے طور پر منہ سے نکل جاوے تو وہ بھی دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے اور کچھ نہ کچھ اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن ذکر لسانی کے

ذریعہ حقیقی ذکر اور اللہ تعالےٰ سے خصوصی نسبت اور تعلق پیدا کرنے کی لائن کو اختیار کرنا مستقل آداب و شرائط چاہتا ہے۔ اس کی تفصیل اس وقت عرض نہیں کرتا۔ اس وقت تو ایک غلط فہمی اور شیطانی فریب کو دور کرنا ہے جو میرے دل کا زخم بنا ہوا ہے۔ جس کو آپ کی تحریر نے چھیڑ دیا ہے۔ اس کے دو جز ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے تبلیغ کے کام سے اپنے کو فارغ سمجھ لیا۔ دوسرے یہ کہ تبلیغی مشغولی میں ذکر کی ضرورت اتنی نہیں ہوتی۔ جتنی فارغ کو ہوتی ہے۔ پہلے جزو کے متعلق عرض ہے کہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے اپنے کو فارغ سمجھ لینا۔ کام کے نہ سمجھنے کی علامت ہے اگر یہ کام خدانخواستہ ہٹ جاتے تو اپنے کو بھی مٹا دینا چاہیئے۔ یہی وقت تو زیادہ جان کھپانے اور گھلنے کا ہے تاکہ رکاوٹیں دور ہوں اور کام کا عام راستہ کھلے۔ البتہ حالات کے بدلنے سے کام کی نوعیت اور طریقہ دوسرا ہوگا۔ جیساکہ شروع میں سعودی عرب کا یہی حال تھا کہ یہاں موجودہ طرتیب سے کام کی اجازت نہ تھی۔ اس وقت حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب (یہ تینوں حضرت شیخ کے ذکر کی لائن میں مجاز ہیں) و دیگر خواص نے حضرت دہلوی قدس سرہٗ اور ان کے بعد حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی ہدایات کے مطابق یہاں شب و روز محنت کی۔ اور اس محنت سے پہلے حضرت دہلویؒ بنفس نفیس یہاں خود اس وقت کے حالات کے مطابق زمین ہموار کر گئے تھے۔ اور بیج ڈال گئے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ برسوں کی محنت کے بعد عوام مانوس ہوتے۔ حکومت مطمئن ہوئی تب جاکر عام راستہ کھلا۔ اس وقت کا کام حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی مکی زندگی کے کام کے مشابہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہاں پر مدنی دور بھی دکھلا دیا۔ کہ بڑے بڑے اجتماع ہو رہے ہیں۔ مسجد نبوی اور مسجد حرام سے ساری دُنیا کیلئے عربوں کی جماعتیں نکل رہی ہیں۔ جن کو دیکھ کر محض تماشا دیکھنے والے غیر متعلق لوگوں پر بھی رقت طاری ہو جاتی تھی وغیرہ مناظر ہمارے سامنے کے ہیں۔ جملہ رکاوٹیں مثلاً حکومتوں کے محکمہ سی آئی ڈی۔ محکمہ کسٹم۔ محکمہ زرِ مبادلہ محکمہ امیگریشن (پاسپورٹ وغیرہ وغیرہ) محکمہ امورِ دینیہ سب مطمئن اور تعاون کے لئے تیار تھے اور حقیقت میں تائیدِ غیبی شاملِ حال تھی۔ جماعت میں عام طور سے یہ فقرہ مشہور تھا کہ فلاں رکاوٹ آئی دو رکعت صلوٰۃ الحاجہ پڑھ کر دعا کی اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی۔ اس کام سے غیر متعلق مشائخ اور علماء حق کی تائید اور دعائیں ساتھ تھیں ایک مختصر طبقہ بدعتی وغیرہ کی مخالفت رہی۔ جس کو عام طور پر خود ان مخالفوں کے حلقے بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور کچھ غلط لوگوں کا مخالف ہونا کام کی حقانیت کے دلائل میں سے ہوتا ہے غرض کام اتنا بڑھا کہ یورپین ملکوں کے گرجے مساجد میں تبدیل ہونا شروع ہو گئے۔ اور جن ممالک یورپ، امریکہ، جاپان وغیرہ میں اسلام کی تبلیغ اور ترقی کا وہم بھی مشکل تھا وہاں سے تبلیغ کے لئے جماعتیں آنا شروع ہو گئیں وہاں کے لوگ پکے مسلمان بن گئے۔ وہاں مدارس مساجد قائم ہوتے ان ملکوں سے دین کے عظیم تکمیلی رکن "حج" کو ادا کرنے والے یہاں آنے شروع ہو گئے اور یہ انقلاب کسی اور دینی کام کے ذریعے نہیں ہو رہا تھا۔ یہ سب اسی مبارک کام کے نتائج تھے۔

ظاہر ہے اس منظر نے شیطان کی کمر توڑ دی اس کی اسکیمیں فیل کر دیں

کیونکہ وہ عموماً حبِ مال اور حُبِ جاہ کے ذریعہ اپنا کام کیا کرتا ہے۔ لیکن اس مبارک کام میں اس کے حصُول کے راستے تو بچا ہوتے۔ انہیں چیزوں کی قربانی کام کہلاتی تھی۔ یہ سب باتیں تو بہت تفصیل سے آپ کے سامنے بھی ہیں۔ میں اس لئے تحریر کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیزیں میرے بھی سامنے ہیں کیونکہ اللہ کے فضل سے میں آج سے چالیس برس پہلے اس کام میں لگا تھا۔ اور مجھے میرے آقا و مرشد میرے ملجا۔ وماوٰی اسی مبارک کام کے راستے سے ملے اس لئے مجھ پر اس کام کے خصوصی احسانات اور حقوق بھی ہیں۔[۱]

آپ کو جو قلق و اضطراب ہو رہا ہے وہ ہمارے سارے ہی اکابر کو ہے اور ہمارے اکابر وہی ہیں۔ جن کو اس کام سے خصوصی یا عمومی تعلق و ہمدردی ہے اور جو کوئی مخالف ہے وہ ہمارے اکابر میں سے نہیں۔ اکابر کے غم کا اثر ہم خدام پر بھی بہت ہے۔ بندہ اپنے مخصوص اعذار کی بنا پر آج کل عملی طور پر کام میں شریک نہیں، لیکن اس کام سے عشق کے درجہ کا تعلق ہے۔ گو عشق میں کسی شرعی یا غیر شرعی عذر یا مصلحت کا لحاظ نہیں ہوا کرتا لیکن میرے عشق کی باگ ایسے مشفق و مربی کے ہاتھ میں ہے جو تبلیغ کے سرپرست ہیں وہ امام التبلیغ حضرت دہلویؒ کے نزدیک حضرت دہلویؒ ہی کے الفاظ میں

---

[۱] پندرھویں صدی کے آغاز پر کعبۃ اللہ میں جو المناک حادثہ پیش آیا اس کے بعد سے سعودی عرب میں لوگوں کے یکجا مجتمع ہونے پر پابندی عائد کر دی گئی جس کی وجہ سے تبلیغی جماعت کا کام بھی بند ہوگیا۔

ان کے پشت پناہ اور اکابر کی جماعت میں اس کام کی سب سے زیادہ حمایت و تائید کرنے والوں میں اور مخالفتوں اور فتنوں کا سدباب کرنے والوں میں اور اعتراضات کا جواب دینے والوں میں ہیں۔ پھر اس وقت شریعت وطریقت کے امام ہیں۔ اس مبارک کام میں شروع سے لے کر اب تک حضرت اقدس کا بنیادی اور مؤثر اور نمایاں حصہ رہا ہے اور دوسری طرف یہی مبارک کام حضرت کے فیض کو سارے عالم میں پھیلنے کا ذریعہ بن کر حضرت کی بلندی درجات کا ذریعہ ہے۔ ایسی حالت میں کام میں عملی شرکت کی نوعیت کا جتنا طرزِ عمل حضرت کی منشا کے خلاف نہ ہوگا۔ اس پر اطمینان ہے اور جتنا خلاف ہوگا۔ اس کا افسوس اور تقصیر کا اعتراف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کام کے بند ہو جانے سے مجھے بھی اضطراب اور فکر انشاء اللہ کسی سے کم نہیں۔ اضطراب و فکر پر اللہ کا فضل ہوا ہی کرتا ہے۔ اس میں بعض دفعہ ابتلا کی وجہ اور امید کا حل سمجھ میں آجایا کرتا ہے۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد یہی حل آپ کو لکھنا مقصود ہے اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

یہ مبارک کام شیطان پر بہت ہی گراں گزرا اور اس کام کو خراب کرنے کے تمام راستے بھی بند پاتے۔ تو اس کام سے براہ راست کوئی تعرض نہیں کیا، بلکہ کام کے ظاہرہ جسم کو خوب موٹا تازہ ہونے دیا، لیکن چور دروازے سے گھس کر حفاظتی قلعہ اور کام کی روح پر ایسی چالاکی سے حملہ کیا کہ خود تبلیغ والے تبلیغ کی زندگی اور پھیلاؤ کو اس کی روح کے مرجانے میں منحصر سمجھنے لگ گئے اور غیر

شعوری طور پر یہ احساس ہو گیا کہ جو قوت اور وقت فتنوں سے بچاؤ کی چیز اور روح کی تازگی میں خرچ ہوتا ہے وہ بھی جسم پر ہی خرچ ہونا چاہیئے اور اس خطرناک مہلک غلطی پر پردہ ڈالنے کیلئے روح کا نام اور حفاظتی قلعہ کا فقط نام باقی رکھا جائے۔ وہ روح اور حفاظتی قلعہ کیا ہے وہ ذکراللہ ہے۔ جو ساری عبادات نماز و جہاد وغیرہ اور تبلیغ کے چھ نمبروں کی بھی روح ہے اور چھ نمبروں کی ترتیب کے علاوہ تبلیغ کے جو دوسرے طریقے ہیں۔ اُن کی بھی روح ہے، فتنوں اور رکاوٹوں کو دُور کرنے والی بھی ہے اور امدادِ غیبی، اللہ پاک کی خصوصی عنایت اور معیت شاملِ حال کرنے والی بھی ہے۔ شیطان نے نہ صرف اس روح کو کمزور کرنے کی کوشش کی، بلکہ اس کے وجود کی مخالفت کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اور اپنی اس ناپاک سکیم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ذکراللہ کے متعلق ایک علمی اور ایک وہمی دھوکہ دیا۔ پہلے علمی دھوکہ کا بیان ہوگا پھر اس کے ثبوت میں لسانی ذکر اللہ کی اہمیت اور تبلیغ میں اس کی ضرورت کو جامعین شریعت و طریقت نہ ذہن ساز تبلیغ حضرت مولانا الیاس قدس سرہٗ، حضرت جی مولانا یوسف صاحب قدس سرہٗ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کے ارشادات اور واقعات بیان ہوں گے۔ پھر اس سب کے باوجود ذکر کی مخالفت کرنے والوں کا وہمی دھوکہ میں آنے کا بیان ہوگا اور اس کی تصدیق میں واقعات اور مشاہدات کا ذکر ہوگا

علمی دھوکہ: ذکراللہ تبلیغ کے چھ نمبروں میں ہے۔ شیطان کو اس کی مخالفت کرنا آسان نہ تھی، تو اس نے مغالطہ دینے کے لئے ایک واقعی سچی بات اور بڑی

اعلیٰ حقیقت کے الفاظ کو استعمال کیا۔ جو کلمۃ حق اُرید بھا الباطل کا مصداق ہو گیا۔ اس سچی بات کو جس پر تمام مشائخ کا اتفاق ہے۔ اس کو حضرت دہلویؒ ہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ فرمایا: کہ علم و ذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے۔ مگر علم و ذکر کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے ذکر کی حقیقت عدم غفلت اور فرائض دینی کی ادائیگی میں لگے رہنا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ اس لئے دین کی نصرت اور اس کے فروغ کی جد و جہد میں مشغول رہنا ذکر کا اونچا درجہ ہے۔ بشرطیکہ اللہ کے اوامر اور مواعید کا دھیان رکھتے ہوتے ہو۔

یہ مبارک کلمات بالکل حق اور متفق علیہ ہیں۔ اس طرح نماز جو دینی فرائض میں سب سے اعلیٰ ہے۔ اس کا اللہ کی یاد ہونا بھی اعلیٰ ذکر ہے۔ نماز کا اللہ کی یاد کے لیئے ہونا قرآن پاک میں بھی آیا ہے ارشاد ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ نماز کی حالت میں خدا اور بندہ کے درمیان سے پردہ اٹھالیا جاتا ہے دوسری جگہ ہے کہ بندہ کو اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اسی لئے نماز کو معراج المومنین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ معراج میں بہت ہی قرب، حضوری، مناجات اور مکالمہ ہوا تھا۔ اس کا نمونہ امتیوں کے لئے نماز میں رکھ دیا گیا۔ یہ ساری حالت عدم غفلت اور حقیقی ذکر ہی تو ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ دوسرے فرائض اور دین کی نصرت و فروغ کی جد و جہد کا حال ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے وقت اوپر کے خط کشیدہ الفاظ جو حقیقی ذکر حاصل ہونے کی شرط ہے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے یا اس کی وضاحت نہیں کی جاتی۔ یعنی حضرت

کے الفاظ "بشرطیکہ اللہ کے اوامر اور مواعید کا دھیان رکھتے ہوئے ہو" اس کی وضاحت میں خود ہی حضرت دہلوی یوں فرماتے ہیں کہ فرائض میں گنتا ہے حتیٰ کہ نماز پڑھنا بھی اگر اللہ کے اوامر اور مواعید کے دھیان کے ساتھ نہ ہو تو اصلی ذکر نہیں بلکہ صرف جوارح کا ذکر ہے اور قلب کی غفلت ہے۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ غافل قلب کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز سے گو فرض ادا ہو جاتا ہے۔ مگر قرآنِ پاک فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ بھی آیا ہے اور ایسی نماز صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث پاک میں فرمایا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا اور ایسی نماز کی نسبت لَمْ تَزِدْهُ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا کی وعید آئی ہے۔ یعنی ایسی نماز کا باعث بُعد ہونا۔ اور دوسری روایت میں پرانے کپڑے کی طرح منہ پر مار دیا جانا نماز کا مصلی کے لئے بددعا کرنا بھی آیا ہے، لیکن قلب کی عدم غفلت یعنی ذاکر و صالح قلب کے ساتھ جب نماز پڑھے گا تو اس میں کیفیت احسان کی وجہ سے اخلاص، خشوع خضوع، حضوری سب کچھ ہوگا۔ پھر یہ نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر کہلائے گی۔ حاصل یہ کہ فرائض وغیرہ کے ذکر ہونے کا مدار قلب کی اصلاح اور اس کے ذاکر ہونے پر ہوا۔ لہٰذا قلب کی اصلاح ظاہری اعمال کی اصلاح کے لئے شرط ہوئی اور مقدم ہوئی۔ اسی کو حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ الحدیث۔ معروف ذکر شغل یعنی ذکر لسانی وغیرہ مثلاً افضل الذکر کلمہ طیبہ کا تکرار وغیرہ کو اختیار کرنے میں زور دینے سے ایک مقصد ان کے فضائل حاصل کرنا ہوتا ہے۔ دوسرا اہم مقصد اس کے ذریعہ

قلب کی اصلاح کرنا ہوتا ہے تاکہ پھر صالح قلب کے ذریعہ دینی فرائض کی ادائیگی تبلیغی جدوجہد بلکہ بیع وشرا۔ یہاں تک کہ لڑائی جھگڑا ساری زندگی حقیقی ذکر میں شمار ہو۔ کیونکہ اس طرح اعمال میں دھیان کہو یا ذکر کہو حاصل ہو کر خط کشیدہ شرط پوری ہوگی تو ایمان و احتساب اور تصحیح نیت کا اعلیٰ درجہ یعنی احسان کے ساتھ اعمال ہوں گے اس وقت وہ اعمال خود ذکر کہلائیں گے اور حقیقی ذکر کا سبب ہوں گے۔ اس کی عام فہم مثال اس طرح سمجھیں کہ کہا جاتا ہے کہ زرخیز زمین پر ہل جوتنے پانی دینے اور محنت کرنے سے غلہ حاصل ہوتا ہے۔ غلہ کے حصول میں زمین اور اس پر محنت کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے یعنی غلہ حاصل کرنے کیلئے پہلے تھوڑا سا غلہ مٹی میں ملایا جاتا ہے۔ جس کو بیج کہتے ہیں اور عام طور پر اس کا نام نہیں لیا جاتا۔ حالانکہ اس کا ہونا لازمی شرط اور مقدم ہے اس کے بغیر ساری زرخیزی اور محنت بے کار ہوگی۔ سارا پانی بے کار جائے گا ہاں گیہوں کے بیج ڈالے بغیر اس محنت سے کوئی چیز پیدا تو ضرور ہوگی جو گھاس کہلاتی ہے۔ اس کو گیہوں کہہ دینا دھوکہ ہے۔ اسی طرح خط کشیدہ شرط کے بغیر جو جدوجہد ہوگی وہ حقیقی ذکر نہیں ہوگا۔ الحاصل حقیقی اور اعلےٰ ذکر کا نام لیکر اس کے حصول کا ذریعہ معروف لسانی اذکار سے غفلت کرا دی جاتی ہے۔ تاکہ نہ ادنیٰ ہاتھ میں رہے نہ اعلیٰ حاصل ہو۔

اب حضرت دہلویؒ اور حضرت جی مولانا یوسف صاحب کے ارشادات سنیں جن کو مکاتیب مولانا الیاسؒ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی دام مجدہم ملفوظات

مولانا الیاسؒ از حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دام مجدہم سوانح یوسفی تالیف مفتی عزیز الرحمان صاحب و دیگر مولانا محمد ثانی صاحب دام مجدہم سے نقل کرتا ہوں۔ ان کے مرتب حضرات تبلیغی جماعت کے خواص میں سے ہیں۔ یہ کتب کئی برس پہلے چھپی تھیں پھر ختم ہونے پر حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے زر کثیر صرف فرما کر دوبارہ چھپوائیں۔ اب آقا و مرشد حضرت شیخ دام برکاتہ نے بندہ کو حکم فرمایا کہ ان کتب میں سے ذکر کے متعلق جو ارشادات ہوں ان کو ایک جگہ جمع کر لو۔

نمبر ۱ ۔ مکتوب گرامی از حضرت دہلویؒ بنام تمام کارکنانِ تبلیغ علاقہ میوات ۔

میرے دوستو! اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے ۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور توفیقِ مزید عطا فرمائے ۔ میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔

۱ ۔ اپنے اپنے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں۔

۲ ۔ دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں ۔

۳ ۔ ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہو۔

۴۔ تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں۔ اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت سے نادم ہو کر شروع کر دو۔

۵۔ نمبر ۱ سے مراد یہ ہے کہ جن کو بارہ تسبیح (اس کو سلسلہ چشتیہ کی دوازدہ تسبیح کہتے ہیں) بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کر دیا ہے ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبروار تفصیل لکھو۔

۶۔ اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبروار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

۷۔ جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائے پور جاکر گزاریں (رائے پور ضلع سہارنپور حضرت رائے پوری کی مشہور خانقاہ ہے)۔

میرے عزیز تم خود غور کر لو کہ اس مکتوب گرامی میں کس قسم کے ذکر کی تاکید ہو رہی ہے اور زور دیا جا رہا ہے۔ تبلیغی جد و جہد میں نکلنے والوں کو صرف ذکر کے لئے پورے چلے کے لئے کہاں جانے کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی مکتوب میں نمبر دس پر بھی فرماتے ہیں کہ میرے دوستو تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے۔ ذکر، تعلیم، تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکلنا اور ان کو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا۔ (مکاتیب)۔ میانجی عیسیٰ صاحب کو ایک طویل مکتوب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تم تبلیغ کی کوشش کے ساتھ ساتھ ذکر پر بھی مداومت رکھو گے تو انشاءاللہ عجیب و غریب برکات دیکھو گے (کیا یہ تبلیغی کوشش خود حقیقی ذکر نہ تھی کہ

حضرت نے ان کو ذکر لسانی کی طرف متوجہ فرمایا)

نمبر۲ - ذکر کے بغیر تبلیغی جد وجہد کا فتنہ و ضلالت کا دروازہ بن جانے کا خطرہ۔

ایک دن بعد نماز فجر جبکہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پہ لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ بآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جد وجہد بیکار ہو گی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکراللہ کا اہتمام آپ نے نہیں کیا۔ (گویا یہ علم و ذکر دو بازو ہیں جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جا سکتی) بلکہ سخت خطرہ اور اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جد وجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے۔ آگے پھر فرماتے ہیں کہ علم و ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے۔ ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدانکردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔ (صد ۳۹)

نمبر۳ - (ذکراللہ کے اہتمام کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں اور خانقاہوں سے وابستگی کی ترغیب میں)

فرمایا۔ ہماری اس دینی دعوت میں کام کرنے والے سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینی چاہیئے کہ تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا اور بتانا ہی نہیں ہے بلکہ اسی ذریعہ سے اپنی اصلاح اور اپنی تعلیم و تربیت

بھی مقصود ہے۔ لہذا نکلنے کے زمانے میں علم اور ذکر میں مشغولیت کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے۔ علم دین اور ذکر اللہ کے اہتمام کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ علم و ذکر میں یہ مشغولیت اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کی زیر نگرانی و زیر ہدایت ہو۔ انبیاء علیہم السلام کا علم و ذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت تھا اور صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم و ذکر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پوری نگرانی فرماتے تھے اسی طرح ہر زمانہ کے لوگوں نے اپنے بڑوں سے علم و ذکر لیا اور ان کی نگرانی اور رہنمائی میں تکمیل کی میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔ ص۱۱۔ (غور کریں کہ یہ نگرانی رہنمائی میں تکمیل کرنا اور ذکر لینا وغیرہ الفاظ کے کیا معنی ہیں کیا یہ سب صرف تین تسبیح سیکھنے کے لئے ہوتا ہے ؛ یا سلوک و تصوف و تزکیہ میں ہوتا ہے)

نمبر ۴۔ تبلیغی دوڑ دھوپ کرنے والوں کے لئے خلوت، تبتل اور کثرت ذکر کی زیادہ ضرورت

فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام باوجود کہ معصوم اور محفوظ ہیں کہ علوم و ہدایات براہ راست حق تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں، لیکن جب ان تعلیمات و ہدایات کی تبلیغ میں ہر طرح کے لوگوں سے ملنا جلنا اور ان کے پاس آنا جانا ہوتا ہے تو ان کے مبارک اور منور قلوب پر بھی ان عوام الناس کی کدورتوں کا اثر پڑتا تھا پھر تنہائی کے ذکر و عبادت کے ذریعہ وہ اس گرد و غبار کو دھوتے ہیں۔

نمبر ۵۔ فتنوں سے حفاظت کا قلعہ

فرمایا۔ ذکر اللہ شر شیاطین سے بچنے کیلئے قلعہ اور حصن حصین ہے۔

لہذا جس قدر غلط اور بڑے ماحول میں تبلیغ کے لئے جایا جائے۔ شیاطین جن وانس کے بڑے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔ صلا۔

نمبر ۶۔ فرمایا۔ مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو ہمیشہ اہل خیر اور ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں۔ پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور (جہاں عربی مدرسہ مظاہر علوم اور اہلِ ذکر مشائخ کا ماحول ہے) یا رائے پور (جہاں ذکر شغل کے لئے خانقاہ ہے)، کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جاکر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ دین کے کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ گشت اور جلیت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوت کے ذکر و فکر کے ذریعے دھویا کریں۔

نمبر ۷۔ فرمایا۔ علم و ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہلِ ذکر کے پاس بھیجا جائے اور ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم و صحبت سے مستفید ہوں۔

نمبر ۸۔ فرمایا۔ مولانا ہماری تبلیغ میں علم و ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ بدوں علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدوں ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے، اس میں نور نہیں ہو سکتا مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے۔ (۴۶)

نمبر ۹ - حضرت دہلویؒ کے مذکورہ بالا ملفوظات کا خلاصہ حضرت کے جانشین حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی زبانی سنیں اس میں ان کا ایک ہی اہم مکتوب تحریر کرنا کافی ہے۔

فرماتے ہیں ــ علم و ذکر اس کام کے دو بازو ہیں (کسی کسی جگہ گاڑی کے دو پہیوں کی مثال دیا کرتے تھے) ان میں سے کسی ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ علم و ذکر کے مراکز خانقاہیں ہیں اور مدارس ہیں۔ ہم اپنے ان دونوں بازوؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت "اہل علم" علماء اور مشائخ کے محتاج ہیں۔ وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں۔ ہمارے ذمے لازم ہے کہ ہم علم و ذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں۔ ان کی خدمت کریں۔ انکی صحبت کو اپنے لئے باعث اصلاح و نجات سمجھیں۔ اس بنا پر تبلیغ کے اہم نمبروں میں سے ہے۔ علماء مشائخ کی زیارت اور ان سے دعائیں لینا ان کے سامنے حالات تبلیغ سنانا اور مفید مشورہ حاصل کرنا۔

اللہ کی شان: کہ موجودہ تبلیغی طریقہ کے آئمہ تبلیغ جس جزو یعنی چلت پھرت دعوت و اختلاط ہی کی وجہ سے ذکر کو نہایت ضروری اور سستی کو نہایت خطرناک فرما رہے ہیں تو اس جزو کے بڑھ جانے سے ذکر کی ضرورت بھی زیادہ محسوس ہونا چاہیئے تھی۔ دیہات میں عوام کے اندر کام کرنے والوں کی نسبت شہروں میں کام کرنے والوں کو زیادہ ذکر کی ضرورت ہوتی ہے اور دیسی شہروں

میں کام کرنے والوں کی نسبت یورپین شہروں میں زیادہ ضرورت ہے لیکن آج اللہ کے فضل سے اس جزو یعنی دعوت کا پھیلاؤ کے بڑھ جانے کو ذکر چھوڑنے کا عذر قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں کے اکثر خطوط آتے ہیں۔ زبانی بھی پوچھتے ہیں کہ چلہ میں جانے سے ذکر نہیں ہو سکا۔ وقت نہیں ملتا۔ ان کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہی دعوت کا کام حقیقی ذکر ہے۔ یہ ذکر سے بڑھ کر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تبلیغ سے ذکر اور خانقاہ کے جوڑ کے سلسلہ میں حضرت دہلویؒ کا ارشاد:

تبلیغ میں ذکر اور اس کے مراکز خانقاہوں کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد خانقاہوں کو تبلیغ کے خلاف سمجھنا یا تبلیغ کو خانقاہوں کے خلاف سمجھنا اپنے اکابر کے ارشادات اور عمل کی صریح مخالفت ہے۔ اس بارے میں حضرت دہلویؒ کا ایک ارشاد سنیں۔ جو ایک مکتوب گرامی بنام حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم سے ماخوذ ہے۔

تحریر فرمایا ـــ یہ میری تبلیغ سالک کیلئے بمنزلہ اس چیز کے ہے جس کو مشائخ سلوک طریقت سے پہلے اس کے پابند ہونے کو لازم بتایا کرتے ہیں۔ اور اس کے التزام کو واجب رکھتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ المشائخ شیخ الحدیث دام مجدہم کا معمول ہے کہ عمومی بیعت کے بعد جب مریدین کو ابتدائی معمولات ارشاد فرماتے ہیں تو اس وقت اس بات کی ترغیب بھی دیا کرتے ہیں کہ ان معمولات و اوراد پر عملی مشق کے لئے

تبلیغ میں کچھ وقت گزارنا بہت مفید ہے۔ کہ وہاں ان کو سیکھ بھی لوگے اور عادت بھی ہو جائے گی۔

افسوس کہ اب اگر کوئی معمولات کا پابند ملیہ میں جاتا ہے تو اس کے شیخ ہی کے پاس خطوط آتے ہیں کہ ذکر کی پابندی مشکل ہو رہی ہے۔ کیا کروں۔

خانقاہی اذکار کے متعلق اکابر تبلیغ کا معمول۔

تبلیغ میں ذکر کی اہمیت کے متعلق اکابر تبلیغ کے ملفوظات تو گزر چکے اب انکا ذاتی عمل ملاحظہ کریں۔ حضرت شیخ دام مجدہم سے بارہا سنا کہ میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ اپنی شدتِ علالت سے پہلے تک دوازدہ تسبیح (بارہ تسبیح) کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ ماہِ مبارک میں عصر کے بعد ذکر کرتے تھے۔ اس وقت پاس بیٹھنے والے کو بھی ایک طراوٹ آجاتی تھی۔ حضرت دہلویؒ طریقت میں قطب العالم حضرت گنگوہیؒ کے مرید اور حضرت سہارنپوریؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت دہلویؒ کے جانشین حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ جو طریقت میں حضرت دہلویؒ کے خلیفہ بھی تھے ان کا اس مقصد کے لئے رائے پور کی خانقاہ میں حاضری دینا اور اپنی زیر نگرانی ذکر بالجہر کروانا جس سے مسجد کی بنگلہ والی مسجد اور اوپر کا بڑا کمرہ تہجد کے وقت گونج جاتا تھا۔ یہ مناظر ہمارے آپ کے سامنے کے ہیں۔

پھر حضرت جی کے جانشین موجودہ امیر جماعت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم جو سلوک و طریقت میں حضرت دہلویؒ کے خلیفہ مجاز ہیں جنہوں نے

کئی برس مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں بخاری شریف کا درس دیا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ہی کے زمانے سے ذکر شغل کی لائن کا شعبہ آپ ہی کی زیر نگرانی رہا۔ اگرچہ تبلیغی مصالح کی بنا پر عمومی بیعت حضرت مولانا یوسف صاحب ہی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اُن میں سے اوراد و معمولات کی پابندی کر کے آگے پوچھنے والوں کو آپ ہی کے پاس دوازدہ تسبیح سیکھنے یا پاس انفاس وغیرہ کا طریقہ جاننے کے لئے بھیجا جاتا تھا آنجناب بہت ہی اہتمام سے اس کی تلقین فرماتے تھے اور حضرت جی خود اپنی ذات سے بہت زیادہ ذاکر شاغل اور خلوت پسند تھے۔ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ تبلیغ میں جس طرح مولانا یوسف صاحب دماغ تھے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب قلب تھے۔

راقم الحروف کو میرے آقا و مرشد نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ زبانی اگر کوئی بات (ذکر کے سلسلہ کی) پوچھنا ہوا کرے تو مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھ لیا کرو کہ ان کی تمہارے ہاں آمد و رفت حج و عمرہ کے ذیل میں ہوتی رہتی ہے۔ اور بذریعہ خط مولانا منور صاحب سے پوچھ لیا کرو۔ خود حضرت مرشدی اپنے کسی خواب کی تعبیر حضرت جی مدظلہ ہی سے دریافت فرمایا کرتے ہیں۔ یہاں حضرت جی کا ایک واقعہ جو ہے تو اس تحریر سے غیر متعلق لیکن مجھ پر غایت تاثر کی بنا پر لکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔ کہ جس طرح ہم کو ذکر کے بارے میں اکابر کے طرز کو اختیار کرنا چاہیئے اسی طرح معاملات میں ہماری کمزوری کی بھی بہت شہرت ہو رہی ہے ان کا بھی فکر کرنا چاہیئے۔ بلکہ ذکر سے زیادہ کیونکہ ذکر چاہے کتنا ضروری ہو لیکن اصلاً نفل ہے

اور صفائی معاملات اور ادائگی حقوق واجب ہے۔

رمضان ۱۳۹۷ھ میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے مدینہ پاک ہی قیام فرمایا۔ حضرت اپنی شدت علالت کی وجہ سے تراویح اپنی جائے قیام مدرسہ علوم شرعیہ ہی میں ادا فرماتے تھے۔ چار پانچ خادم ساتھ تھے۔ مدرسہ کی جگہ فی الجملہ عمومی ہونے کی وجہ سے رمضان میں وضو استنجاء کرنے والوں کا رش ہو جاتا تھا۔ جس سے مدرسہ کے اصل مقیمین کو تکلیف ہوتی تھی اس میں کچھ کمی کرنے کے لئے استنجاء خانوں کے باہر کاغذ پر اعلان لکھ دیا تھا کہ مقیمین کے علاوہ بلا اجازت غسلخانے استعمال نہ کریں۔ حضرت جی مدظلہ تشریف لاتے ہوتے تھے۔ تبلیغی ضرورتوں کے تحت ان کا قیام تو مسجد نور میں ہوتا تھا، لیکن ان کا حضرت شیخ کا خصوصی مہمان ہونا اور ان کی ذاتی اہمیت ظاہر ہے کہ مدرسہ کے دیگر تمام مقیمین ان کے بمنزلہ خدام تھے۔ تراویح کے وقت مدرسہ کا دروازہ بند رہتا تھا لیکن اس کی تالی حضرت جی کو پیش کر دی گئی تھی تاکہ جب بھی تشریف لائیں دروازہ کھلوانا نہ پڑے۔

ایک روز تراویح کے دوران حضرت جی کو پیشاب کی حاجت ہوئی فراغت کے لئے حرم شریف سے مدرسہ تشریف لائے۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اعلان پر نظر پڑ گئی۔ تو وہیں کھڑے ہو گئے۔ اندر نہیں گئے ادھر حضرت شیخ کے ہاں تراویح کا پارہ شروع تھا۔ سلام پھیرنے پر ایک خادم کمرے سے نکلا۔ تو حضرت نے اس سے کہا کہ پیشاب کی حاجت ہے روکے

کھڑا ہوں۔ کیونکہ یہ اعلان لگا ہوا ہے۔ خادم نے شرمندہ ہو کر عرض کیا کہ یہ حضرت کے لئے نہیں ہے اجنبی لوگوں کا رش ہو جاتا ہے۔ اس لئے لکھا تھا۔ یہ سن کر حضرت نے استنجاء خانہ استعمال فرمایا۔ اللہ تعالےٰ عافیت کے ساتھ حضرت جی کو بلند سے بلند مراتب عالیہ عطا فرمائے اور حضرت جی کا فیض تمام عالم میں عام ہو اس میں ہر قسم کے موانع دور ہوں۔

پرانے اہم کارکنان کی ذکر میں عدم توجہ کی وجہ:

میں نے یہاں ذکر اللہ کے فضائل بیان نہیں کئے۔ کیونکہ فضائل بر قرآنُ حدیث کے نصوص کثیرہ میں سے ایک چھوٹا سا مجموعہ رسالہ فضائل ذکر ہر تبلیغی کارکن کے گویا زبانی یاد ہے کہ تبلیغی نصاب میں داخل ہے۔ روزانہ اس میں سے تعلیم ہوتی ہے۔ چھ نمبروں کے بیان میں ذکر پر تقریر ہوتی ہے۔ اور میں نے تبلیغ کے لئے ذکر کی ضرورت واہمیت کے بارے میں اکابر تبلیغ کا اہتمام اور سخت تاکید جو بیان کی وہ بھی کسی پرانے تبلیغی سے پوشیدہ نہیں۔ بلکہ انھوں نے اس کو بچشم خود دیکھا ہوا اور اپنے کانوں سے سُنا ہوا ہے۔ بلکہ میری تحریر سے بدرجہا بہتر طریقہ پر کتنی دفعہ بیان بھی کیا ہوا ہوگا۔ اس سب کے باوجود تقسیم ملک کے بعد جب جماعت میں فعال قسم کے بہترین دماغ اور تشکیلی صلاحیت رکھنے والے بابوؤں اور نوجوان بھائی صاحبان کی کثرت ہو گئی تو کام کا پھیلاؤ تیزی سے شروع ہو گیا۔ مگر یہ طبقہ ذکر کی لائن سے ناآشنا تھا۔ اس لئے شیطان کو اپنے سے بچاؤ کے قلعہ کو توڑنے اور کام کی روح پر حملہ کرنے کا موقع مل گیا

اس طرح کہ پھیلاؤ کے لحاظ سے واقعی کامیابی کے خوش کن مناظر سامنے آنے لگے اور ذکر کی افادیت سے ناآشنا طبقہ کے غالب آجانے سے ذکر کی آواز دب گئی۔

ذکر سے ناآشنائی کا یہ مطلب نہیں کہ یہ طبقہ خود بھی ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کے خواص ذکر کرتے ہیں، بزرگوں سے بیعت ہیں۔ مگر انہوں نے ذکر کی لائن کو اتنا ہی اختیار کیا جتنا کہ جماعت کی ترتیب یں چھ نمبروں میں اس کی ضرورت تھی لہذا ان کی ذات کے لئے اتنا ذکر کافی ہوگیا اور چھ نمبروں میں محنت کی لائن سے ان کی دینی ترقی ہوئی بعض کو تو ماشاء اللہ خوب ہوئی۔ لیکن اپنے اکابر کی طرح ذکر کی لائن کو اس کی جملہ شرائط کے ساتھ مکمل طور پر حاصل کر کے جامعیت نہیں پیدا کی۔ یوں کہ نہ تو سب کے لئے ضروری ہے اور نہ ہی سب کے لئے ممکن ہے۔ جیسا کہ یہی حال بابوؤں اور بھائی صاحبان کے علم کا ہے۔ کہ انہوں نے خود تو ضروری فرض علم حاصل کیا مگر مکمل علوم دینیہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ وغیرہ کے وہ عالم نہ ہوتے وہ مفتی نہیں ہیں۔ قاری نہیں ہیں۔ اسی طرح ذکر کا ضروری درجہ بے شک ان کو حاصل ہے، لیکن ذکر کے ثمرات، اس کی افادیت کی توضیح اور مشاہدہ ان کو حاصل نہیں۔ اب ایسی حالت میں جس طرح انہوں نے فقہ و حدیث کے احکام میں علماء کی تقلید کی ہے اسی طرح تبلیغ میں ذکر کے ضروری ہونے میں بھی اکابر کے ارشادات پر تقلیداً عمل کرنا چاہیئے تھا لیکن یہ حضرات جس طبقہ سے ادھر آتے ہیں اور بچپن سے جس طرح کی ان کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے اس کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ صرف کسی کے کہنے کی بناء پر ایک نظر نہ آنے والے فائدے یا نقصان

کو تقلیداً نہ مانیں. جب اس کے فضائل پڑھتے ہیں اور اس کی تاکید اکابر سے سنتے ہیں تو انکار بھی مشکل ہوتا ہے. اس وقت وہ تاویل کر کے ذکر اسی چیز کو قرار دے لیتے ہیں جو کہ نظر بھی آتی ہو. مثلاً دعوت و جد و جہد سے کام کا پھیلنا اور جماعتوں کا نکلنا وغیرہ جن باتوں کا ذکر کارگزاریوں میں ہوتا ہے. حالانکہ وہ پھیلاؤ تبلیغی چھ نمبروں والے کام کا پھیلاؤ تو نہیں ہے. بلکہ اس نام سے کسی دوسری چیز کا ہے. جو کہ اصل کام کے لئے فتنہ ہے. اور اگر ذکر چھوڑنے کا کوئی اور جواز اور راستہ مل جاتے تو اس پر فوراً لپکتے ہیں (اس جواز اور راستے کا بیان آگے ذہنی دھوکہ میں کیا ہے) اور ذکر کا نام لینا بھی جرم سمجھتے ہیں اپنے کو ذاکر کہلانے سے ڈرتے ہیں. اور عام حالات میں چونکہ ذکر تبلیغ کے بنیادی نمبروں میں تھا اور تبلیغی نصاب میں فضائل ذکر بھی شامل تھا اس لئے اس کے نام کو باقی رکھنا ضرور ہوا تو دعوت ہی کو اپنی ذاتی اصلاح اور حقیقی ذکر قرار دینے کا فریب کامیاب ہو گیا. جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے پھر خوب زور اور بے خوفی سے اس بات کو پھیلایا گیا اور عام فضا کو اپنے ساتھ ہم خیال کر لیا. ہمارے نفوس تو پہلے ہی ذکر سے کتراتے ہیں پھر شیطان نے پرفریب الفاظ بھی مہیا کر دیئے. چنانچہ کام کے نتائج کو دیکھتے ہوتے کچھ اہل ذکر اور پرانے حضرات بھی یا واقعی متاثر ہو کر بھائی صاحبان اور غیر ذاکر علماء کا ساتھ دینے لگے یا ان کی ضرورت، ان کی خوبیوں، عوام میں قبولیت اور کام کی فضا میں مرجعیت اور ان کے غلبہ کی وجہ سے چپ ہو گئے اور کچھ بدقسمتی سے الگ بھی ہو گئے. اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ کھلم کھلا

ذکر اور خانقاہوں کی مخالفت ہورہی ہے جس کی ابتداء تقسیم ملک کے وقت سے شروع ہو گئی تھی اور اسی وقت سے حضرت مرشدی شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے اس کی روک تھام کا اہتمام رہا۔ چنانچہ آج سے ۲۲ برس پہلے کا ایک مکتوب حضرت شیخ کے دست مبارک کا لکھا ہوا نقل کرتا ہوں۔ والانامہ پر تاریخ ۱۵ شوال ۱۳۷۷ھ ہے۔

کالج کا ایک سمجھدار اور ہونہار طالب علم جو اپنی اصلاح کی نیت سے جماعت میں وقت لگایا کرتا تھا۔ جب اس کو محسوس ہوا کہ اس دینی شفاخانہ میں دوا اور عام غذا تو ملتی ہے۔ مگر یہاں پینے کا پانی بالکل نہیں ملتا جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ نیز ایک درجہ کی اصلاح کے بعد قوت کے لئے یہاں مقوی غذا کا بھی انتظام نہیں۔ تو اس نے اپنی پیاس بجھانے کے لئے تبلیغی اکابر کی طرف رجوع کیا یعنی ذکر سیکھنے کے لئے۔ اس کی کالج سے سالانہ چھٹی ہونے والی تھی تو اس نے میرے آقا و مرشد حضرتِ اقدس شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی خدمت میں استفسار کیا کہ چھٹی کا وقت کہاں گزارے۔ کیونکہ حضرت شیخ حضرتِ دہلویؒ کے رفیق کار رہے ہیں اور ان کے وصال کے بعد سے تبلیغ کے سرپرست ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ اصلاح و تزکیہ کی لائن کے بھی امام ہیں اس طالب علم نے اپنے تفصیلی حالات لکھ کر استفسار کیا تو حضرت کے یہاں سے جو والانامہ صادر ہوا اس کو بعینہٖ حضرت کے الفاظ میں لکھتا ہوں"۔۔۔۔۔

جتنا وقت ملے وہ لاہور حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کی خدمت میں

گزاریں۔ حضرت کا قیام ابھی تک لاہور میں ہے۔ وہیں حضرت کی خدمت میں مولوی اقبال (صوفی اقبال) بھی بندہ کے لکھنے کی وجہ سے رمضان گزاریں گے۔ حضرت کا پتہ یہ ہے کوٹھی نمبر ۳۲/بی جیل روڈ لاہور۔ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے آپ کو امتحان میں کامیاب فرماتے ہر نوع کی سہولت میسّر فرمائے۔

چنانچہ اس طالب علم نے لاہور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا تو رائے ونڈ کے بعض ذمہ داروں نے اس کو روکنے کی بہت کوشش کی، لیکن جب وہ ان کی کوشش کے باوجود وہاں گیا تو رائے ونڈ کے ذمہ دار حضرات بہت ناراض ہوئے۔ اس طالب علم نے حضرت شیخ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ حضرت کے یہاں سے اس کے جواب میں جو والا نامہ صادر ہوئے ان کو حضرت ہی کے الفاظ میں لکھتا ہوں۔ . . . . اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ لاہور حضرت رائے پوری دام مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ آپ نے بہت ہی اچھا کیا اگر ساتھ ہی بیعت بھی ہو جاتے تو اور بھی بہتر تھا بندہ کا مشورہ اب بھی یہی ہے کہ حضرت کے وجود اور وہاں قیام کو بہت زیادہ غنیمت سمجھیں اور گنجائش نکل سکے تو وہاں دوبارہ حاضری کی سعی کریں کہ حضرت کا وجود چراغِ سحری اور نعمتِ غیر مترقبہ ہے اور حضرت ہی کے دستِ مبارک پر بیعت ہو جائیں"۔ . . . "بھائی عبدالوہاب یا کسی دوسرے کی ناراضگی کا اس میں بالکل خیال نہ کریں حضرت رائے پوری دام مجدہم کی خدمت میں آئندہ بھی اگر موقعہ مل جائے تو ضرور حاضر ہوں میرے پاس

وقت گزارنے سے وہاں کی حاضری بہت زیادہ اہم ہے۔ البتہ اجتماعات کی شرکت اور یہ دینی کام بھی اشد ضروری ہے اس میں حتی الوسع شرکت کا اہتمام رکھیں"۔ اس والانامہ پر تاریخ ۲۷ صفر ۱۳۷۸ھ ہے۔ ایک اور والانامہ بھی حضرت شیخ دام مجدہم نے اس طالب علم کو تحریر فرمایا وہ بھی حضرت ہی کے الفاظ میں لکھتا ہوں"۔۔۔۔ لاہور جانے سے مسرت ہوئی۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہ وقت وہاں گزارا اس میں رائے ونڈ والوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کریں۔ بلکہ بندہ کی طرف سے بھائی عبدالوہاب صاحب گنگھلہ والوں سے مطالبہ کریں کہ رائے ونڈ والوں نے ایسا کیوں کیا اگر ہو سکے یہی کارڈ بھائی عبدالوہاب صاحب کو ارسال کردیں کہ وہ مجھے براہ راست اس کا جواب لکھیں۔ میں اس سلسلہ میں مولانا یوسف صاحب کو بھی آج خط لکھ رہا ہوں۔ میری تو خواہش یہ ہے کہ رائے ونڈ والے سب کے سب نمبردار وقت نکال کر وہاں حاضر ہو کریں۔ ان کے لئے بھی اشد ضروری ہے مولانا محمد یوسف صاحب خود اس کی سعی کر رہے ہیں کہ دو چار روز کے لئے لاہور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔ ان کا پاسپورٹ ختم ہو گیا وہ محض اس لئے اوسکی تیاری کی عجلت کر رہے ہیں۔ والانامہ پر تاریخ ۲ محرم ۱۳۷۸ھ تحریر ہے۔ حضرت کے اصل والانامے موجود ہیں۔ اگر دیکھنے کا جی چاہے تو فوٹو اسٹیٹ کرا کر ارسال کئے جا سکتے ہیں۔

اہم تنبیہ: اس ساری بات کا حاشا وکلا یہ مطلب نہ لینا کہ جب کام میں یہ کمی آگئی ہے تو اس کمی کی وجہ سے اور فتنوں کے ڈر سے کام چھوڑ دو۔ بلکہ تحریر

کا مقصد وہی ہے جو شروع میں عرض کیا کہ کام میں جتنی رکاوٹ یا کمی آجاتے اتنا ہی زیادہ کام میں لگنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ گزارش ہے کہ ذکر کی لائن کو خوب توجہ و اہتمام سے بغیر کسی حیلہ و تاویل کے اختیار کرتے ہوئے دل سوزی کے ساتھ کمی والے نمبر کی خوب دعوت دو یعنی تبلیغی مشغولی کے ساتھ اس کمی کو پورا کرو۔ نہ کہ الگ ہوکر۔ یہاں اس بات کو ٹالنے کے لئے ایک جواب دیا جایا کرتا ہے۔ کہ اہل ذکر حضرات تشریف لائیں ہماری سرپرستی کریں تو یہ کمی خود دور ہو جاتے گی۔

اللہ کے بندو! ذکر تو تمہارے بنیادی اصولوں میں سے ہے اس کی تمہارے اکابر کی طرف سے سخت تاکید ہے۔ ذکر کے بغیر حقیقت میں تم خود ناقص تبلیغی ہو۔ تمہیں کسی کے انتظار کی کیا ضرورت۔ ہاں خود پورے چھ نمبروں کو عمل میں لاتے ہوتے اہل ذکر کو کام میں جوڑنا تمہارا مستقل ایک کام ہے پھر کیا خبر کون کون جڑتا ہے کون نہیں جڑتا یہ تمہارے بس میں نہیں۔ ممکن ہے وہ کسی دوسرے طریقے سے تبلیغ میں مشغول ہوں یا کسی کو آپ کے طریقہ سے مناسبت نہ ہو۔ یا کوئی دوسرا عذر ہو یا بلا عذر ہی کسی کی قسمت میں اس لائن کی سعادت ہی نہ ہو۔ آخر آپ بھی تو دین کے دوسرے شعبوں اور تحریکوں میں جن سے آپ کو اختلاف نہیں۔ اور آپ کے اکابر ہی ان کو چلا رہے ہیں۔ لیکن آپ اپنے کام کی مشغولی کی وجہ سے اس میں عملاً شرکت سے معذور رہیں۔ بہرحال پہلے اپنی کمی کو خود پورا کریں۔ ذکر کی شرائط و آداب کے ساتھ ذکر کریں۔ بڑی شرط اکابر کی تجویز اور زیر نگرانی ذکر کرنا پہلے گزر چکا۔ اپنے ساتھیوں کو اس پر آمادہ کریں۔ اس طریقہ سے اہل ذکر

بھی خود ہی آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس وقت آپ کا ان کی خدمت میں
حاضری دینا استفادہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دعوت کے لئے ہوتا ہے۔ آپ کو
ان کے پاس نیت ٹھیک کر کے صرف ذکر سیکھنے کے لئے جانا چاہیئے۔ مقصد
یہ کہ اس ذکر کی کمی کو باعث انتشار اور باعث افتراق نہ بنانا بلکہ اکابر کی متفقہ
ضروری چیز ذکر اللہ اپنے میں پیدا کر کے زیادہ مجتمع ہونا ہے۔ کیونکہ متفقہ چیز پر
اتفاق اور جوڑ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے۔ لہذا آپ آج ہی سے جس طرح برسوں
سے ذکر کے نمبر میں تسبیحات کو بیان کرتے رہے ہو۔ پڑھنا بھی شروع کر دو اور مزید
کے لئے مولانا سعید احمد خاں صاحب سے یا حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب
سے یا اپنی مناسبت کے کسی اور اہل نسبت و اہل ذکر سے رجوع کر و ان سے
ذکر پوچھو ساتھیوں کو اس پر عملاً لگا دو یہ نہیں کہ صرف دوسرے نمبروں میں ان
کی پوری طاقت خرچ کروانے کے بعد جب چھٹی دو تو اعلان کر دو کہ بھائی اپنی
اپنی تسبیحات پوری کر لینا۔ پھر دیکھو حضرات اکابرین کتنے خوش ہوتے ہیں پھر
ان کا دل بھی تم کو اس لائن پر چلانے کے لئے کھلے گا۔

اب ذکر کے خلاف دوسرا فریب جس میں شیطان کو زبردست کامیابی ہوئی
ہے۔ تحریر کرتا ہوں۔

تم یہ بے بنیاد دھوکہ انگریز اور امریکہ کے نام کی طرح اتنے زور سے
مسلط ہو چکا ہے کہ اس کا نام سنتے ہی آپ سنجیدگی سے اس کے خلاف کچھ
نہیں سن سکیں گے اور دوسری طرف تبلیغی کام کی عظمت اور افادیت کا تقاضہ

بھی یہی ہے کہ جس بات میں کام کے نقصان کا شبہ اور احتمال بھی ہو اس سے بچنا چاہیئے۔ احتیاط کرنا عقلمندی ہے لیکن دھوکہ میں پڑے رہنا بھی کام کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا ہے اس لئے میں شروع ہی میں دھوکہ کا نام نہیں لکھتا

پہلے آپ سے چند سوال کرتا ہوں اور خود ہی ان کے بدیہی جواب عرض کرتا ہوں تاکہ آپ پر دھوکہ کے نام سے مرعوب ہوئے بغیر صورت حال واضح ہو جاتے اور اس کو ختم کرنے کے لیئے احسن طریقہ سے سوچنے پر آمادگی ہو جاتے۔

سوال نمبر ۱۔ ہماری جماعت میں "عرب حضرات" کے لفظ سے کون لوگ مراد ہیں: کیا ہم تمام سعودی عرب۔ تمام مصر، سوڈان، لبنان، شام، الجزائر وغیرہ عرب ممالک کے لوگوں کو عرب نہیں کہتے ؟

جواب : ہاں ہمارے ہاں خصوصاً ہندوپاک میں عرب حضرات کے لفظ سے مراد سب ہی ہیں۔

نمبر ۲۔ سارے سعودی عرب میں صرف ایک طبقہ جن کو سلفی یا غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ اس کو چھوڑ کر کیا باقی سارے سعودیہ میں عموماً اور دوسرے جملہ عرب ممالک میں خصوصاً ایسی بدعات وخرافات نہیں ہیں جن کے جس طرح غیر مقلد حضرات مخالف ہیں۔ ہمارے اکابر اور ہماری جماعت بھی اسی طرح مخالف ہے۔ عرب ممالک میں تو ذکر اللہ کے پاک طریقوں کے بجائے اس میں رقص ومزامیر تک شامل ہے۔ یہ لوگ ہندوپاک کے بدعتی وخرافاتی طبقہ سے کم نہیں ہیں ؟

جواب : بے شک اسی طرح ہے۔ جن کو یہ حقیقت معلوم نہ ہو وہ معتبر

لیکن غیر جانب دار جاننے والوں سے پوچھ لیں۔ مثلاً مولانا عبدالحفیظ مکی وغیرہ سے معلوم کر لیں۔

نمبر۳۔ کیا سعودیہ کا مذکورہ بالا صرف ایک طبقہ جو تقلید کو خصوصاً حنفی ہونے کو بدعت، شرک نہیں کہتا۔

جواب: ہاں اس طبقہ کے متعصب عوام تو یہی کہتے ہیں اور اس کو عقیدہ کا اختلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن اس طبقہ کے خواص اہل علم حضرات اس کو جزوی اختلاف کہتے ہیں۔

نمبر۴۔ اس طبقہ کے علماء کو جس طرح آپ کے حنفی ہونے کا اور دوسرے اختلافی مسائل مثل وسیلہ وغیرہ کا علم ہے اسی طرح آپ کے اہل تصوف میں سے ہوتا آپ کے اکابر کے ہاں ذکر و بیعت رواج ہونا معلوم نہیں ہے؟

جواب: ضرور معلوم ہے۔ ان کے ہندی ہم مسلکوں میں سے جو تبلیغ کے خلاف ہیں وہ خود صورت حال کو بڑھا چڑھا کر اپنے بڑوں کو باخبر رکھتے ہیں۔ اسی لئے جب ان کے علماء کے سامنے ایک طرف تبلیغ کی افادیت اور دوسری طرف یہ اختلافی مسائل سامنے آئے تو انہوں نے اپنے مخصوص ذرائع سے اور بذات خود جتنی بات ہے اس کو معلوم کر رکھا ہے اور مطمئن ہیں۔

نمبر۵۔ تبلیغ کے سرپرست حضرت شیخ دام مجدہم اور تبلیغ کے حامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دام مجدہم کا تصوف کے بارے میں طرز عمل اور تصوف میں ان کی اردو تصانیف کا ان کو علم نہیں؟ تصوف کے بارے میں علی میاں صاحب

کی عربی کتاب ربانیہ اور رہبانیہ کئی سال پہلے چھپ چکی جو خالص طور پر اسی مذکورہ طبقہ کے لئے لکھی گئی۔ پھر اب تازہ تصنیف خالص تزکیہ وسلوک ہی کے نام سے چھپی۔ ان کے اس بارے میں مختلف مضامین بہت ہیں اور شیخ طریقت شیخ الحدیث صاحب کی کتاب شریعت وطریقت کی تعریب ابھی ہوئی ہے۔ جس میں اس کو اشارہ غیبی سے کروایا جانا معرب نے لکھ بھی دیا ہے۔ پھر کیا ان دونوں حضرات کی عزت واحترام اور اثر میں کمی آئی یا پہلے سے زیادہ ہوئی ؟ کیا ان کو اسی کام نے نقصان پہنچایا۔

جواب : بے شک عزت وقبولیت بڑھ ہی رہی ہے۔ اللھم زد فزد۔

سوال نمبر ۶ ۔ اس مذکورہ عربی طبقہ میں سے چند کی خاطر آپ نے تقلید چھوڑ دی یا کم از کم تقلید شخصی چھوڑنے میں حنفیت چھوڑ دی۔ کیا آپ نے تبلیغ کے چھ نمبروں میں چھ کے عدد کے اشکال کی بناء پر کم یا زیادہ کر دیا۔ اسی طرح مہینہ میں تین دن کی تخصیص اور ہفتہ میں ایک شب اور چلہ وغیرہ ان جہلاء متعصبین کے نزدیک بدعت نہیں ؟ اور آپ نے سوائے ذکر کے اور کسی اصول میں تبدیلی کی ؟

جواب : نہیں بلکہ معقول اشکالات کا جواب دیا گیا اور متعصب جہلاء کے اشکالات اور مخالفت کی پرواہ نہیں کی گئی۔ مثلاً تقلید کو بعض جگہ اس طرح سمجھایا گیا کہ ہم صرف اہل حدیث نہیں ہیں ہم اہل حدیث والقرآن ہیں۔ ہم نے ساری احادیث پر عمل کرنے کا بہترین طریقہ اختیار کیا ہے جو کہ تقلید میں ہے اور یہ کہ غیر مقلدیت علی اطلاقہ بدعت ہے۔

سوال نمبر۷: آپ کے ہاں کی توحید اور آپ کے کام کی افادیت کی تحقیق کر کے اس حلقہ کے مخلص سمجھ دار اکابر علماء جس میں بعض بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر بھی ہیں۔ آپ کے ساتھ مسائل میں اختلاف رکھتے ہوتے آپ کے کام کے حامی اور ہمدرد نہیں ہیں؟

جواب: ہاں ضرور ہیں ان کی عملی شرکت اور بعض کی تحریری تائیدیں و فتاویٰ شاہد ہیں؟

سوال نمبر۸۔ تصوف میں جو بدعات و خرافات داخل ہوگئی تھیں کیا آپ کے اکابر ان کے خلاف نہیں اور ان بدعات کے رد میں ان کی کتب نہیں ہیں؟ اور تصوف کا ابتدائی دور جس میں وحدت الوجود وغیرہ مشکل مسائل سے بھی بحث ہے کیا ہمارے اکابر کے تصوف کا بھی وہی دور ہے یا حضرت مجدد صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کا سادہ مسنون پابند شریعت اور مدلل تصوف پر عمل ہے۔

جواب: بے شک ہمارے تصوف کو شریعت کے عین مطابق ثابت کرنا بہت آسان ہے۔

سوال ۹: آپ اپنی بہت سی مختلف فیہ چیزوں پر قائم رہے۔ جن میں بہت سی معمولی درجہ کی محض انتظامی قسم کی بھی تھیں لیکن آپ نے ان کے متعلق دوسروں کو مطمئن کیا یا برداشت کروایا۔ صرف ایک ذکر اللہ ہی نعوذ باللہ ایسی زائد چیز تھی۔ جس کے حق میں آپ کے پاس قرآن و حدیث کی کوئی دلیل نہ تھی، جو کہ اس کو اپنے لئے خود ہی جرم قرار دے لیا۔ دوسرے اشکالات کی طرح اس کا جواب یا

برداشت کروانے کی کوشش نہیں کی گئی اور اپنے اصول اور طرز کے مطابق متعصب لوگوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتا عمل میں نہیں لایا گیا۔ کہ ایسے چند لوگوں کی مخالفت کا فتنہ تو حقانیت کی دلیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون۔ یعنی پیغمبر میں کافروں کا ایمان جانچنے کو اور کافر میں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔

جواب: بے شک اس بارے میں یہ کوتاہی ہوئی ذکر میں جہر مفرط خود مشائخ کے ہاں منع ہے اور جہر بھی ذکر کی لازمی شرائط میں سے نہیں ہے کہ کبھی حذف اور خفی نہ ہو سکے۔ بلکہ جملہ شرائط مشائخ کے ہاں مختلف فیہ ہیں۔ جہر میں تو سونے والے نماز پڑھنے والے کی رعایت میں بھی حذف کی ہدایت ہوتی ہے تو کبھی کسی خصوصی مہمان کی خاطر دینی مصلحت سے کمی کر دی جایا کرتی تو مضائقہ نہ تھا مگر یہ محض عرب کا لفظ لگتے ہی ہر ایک ایسا دک جاتے کہ نفس ذکر ہی ختم کرا دیا جائے۔ یہ بہت غلط ہے اور لاعلمی میں عرب حضرات پر بہتان ہے۔ اس طرز عمل سے ذکر کے فضائل، تبلیغ میں اس کی ضرورت کے متعلق اکابر کے ارشادات سب کی عدم اہمیت ظاہر ہے۔ اس صورت حال کی وجہ گزشتہ صفحات میں ذکر کی لائن سے ناآشنائی کے لفظ کی تشریح میں بیان ہو چکی، ضروری چیزوں میں اشکالات کو سمجھانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ سلوک کے اذکار میں سب سے مشکل اشکال اسم ذات مجرد کی دلیل نہ ہونے کا مشہور ہے جس کو علمی طور پر حضرت تھانویؒ نے بوادر النوادر میں حل فرما کر دلائل دیئے ہیں

حضرت اقدس شیخ نے بھی مفصل اس کا جواب دیا ہے۔ لیکن زیر بحث طبقہ کے لوگوں میں باریک دلائل اور علمی باتوں سے زیادہ مناسبت بھی نہیں ہوتی۔ نہ استعداد ہوتی ہے وہ لوگ عام آسان بات سے بھی چپ ہو سکتے ہیں۔ اور ہٹ دھرم کا کوئی علاج نہیں۔ خود موجودہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ، نے اپنا واقعہ سنایا تھا کہ ایک عالم صاحب نے اسم ذات کے ذکر کے متعلق سوال کیا کہ دلیل کہاں ہے۔ حضرت جی نے فوراً فرمایا کہ قرآن میں ہے وہ سن کر حیران ہو گیا کہ قرآن میں ہے؟ حضرت جی مدظلہ، نے آیت پڑھ دی" وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۔یعنی جب نام لیا جائے خالص اللہ کا، رک جاتے ہیں دل ان کے جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ عالم صاحب پر یہ سن کر سکتہ طاری ہو گیا۔ حالانکہ اس جواب پر علمی اشکال ہیں مگر علمی تحقیق وہ کیا سمجھتا اس کو یہی دلیل کافی ہو گئی۔ کئی دفعہ خود راقم الحروف نے اس سے بھی آسان جواب دیا اور مخاطب چپ ہو گیا۔ کہ اُذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ رب کا نام کیا ہے۔ لفظ مبارک "اللہ" ہی تو ہے۔ یہی اسم ذات ہے یا کچھ اور؟ اور کبھی یہ کہہ دیا کہ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک اللہ اللہ کہنے والا کوئی باقی ہو گا۔ یہ اللہ اللہ کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر فکر اور توجہ ہو تو سلوک کے باقی اذکار کی شرائط کو بھی عقلی و نقلی طور پر سمجھایا جا سکتا ہے۔ اور ان چیزوں کے متعلق اپنا عقیدہ، ان کی ضرورت اور مصلحت بیان کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کا اہتمام اور فکر کما حقہٗ ہو

سوال نمبر ۱۰۔ جس طبقہ کی رعایت میں ذکر کو قربان کیا گیا۔ کیا کام کو بند کرنے والا وہی طبقہ نہیں ہے ؟ اور انہوں نے کام کو یہ کہہ کر بند کر دیا کہ ہم تم لوگوں کو بالکل بے قصور سمجھتے ہیں۔ تمہارے اوپر کوئی جرم نہیں۔

جواب : یہ بھی واقعہ ہے بلکہ شاید جماعت کے متعلق ذکر کی شہرت ہوتی تو مفسدین کی مسلک سے مخالفت اور ان کی عدم مشابہت کی وجہ سے یہ مصیبت نہ ہی آتی۔ بندہ کے نزدیک ظاہری اسباب جو بھی ہوں اصل میں یہ ذکر اللہ کی بے ادبی اور مخالفت کی سزا ہے۔ لہذا توبہ کی ضرورت ہے اور تلافی کرنے پر فضل کی اُمید ہے

یہ دس سوال اور ان کے جوابات بندۂ ناقص کے ہیں۔ گو مجھے بھی تقریباً بیس برس اس ملک میں رہتے ہوتے ہونے کو ہیں، لیکن میری یہ حیثیت نہیں کہ میں اپنے جوابات کو ٹھیک ہی سمجھوں لہذا محترم مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب مکی جو بچپن سے یہاں ہی کے اعلٰے مدارس میں پڑھ کر اسی طبقہ کے پرجوش ہم مسلک اور ذکر وغیرہ کی شرائط کے مخالف تھے۔ مع اپنے والد ماجد کے تبلیغ کے خواص میں سے ہیں۔ موجودہ صورتِ حال اور تبدیلی سے بھی خوب واقف ہیں۔ انہیں کے قلم سے اپنے جواب پر تبصرہ لکھواتا ہوں کہ کیا اب بھی عرب حضرات کا تقاضا باقی ہے یا نہیں ؟ اس وقت تبلیغ میں ذکر کی تو کوئی بات ہی نہیں اب تو پورے تصوف کی زور سے دعوت دینے اور عمل کرنے کے لئے فضا سازگار ہو گئی ہے گو اس سازگاری کی وجہ قابلِ افسوس ہے۔ جیسے کسی کے بیوی بچے مرجائیں تو رجوع الی اللہ اور ذکر سے وابستگی کا اچھا موقع ہوتا ہے کہ دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے

لیکن حادثہ تو قابل افسوس ہی ہوتا ہے۔ بلکہ اب فضا میں نرمی قابل اعتراض حد تک ہوگئی ہے۔ جس سے غلط بدعتی لوگ بھی آزاد ہو رہے ہیں۔

تبصرہ از حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی سلمہ تعالے۔

نحمدہٗ ونصلی علے رسولہ الکریمؐ اما بعد: سعودی عرب کو بدنام کرنے کے بارے میں۔ بہت سی عجیب وغریب باتیں لوگ پھیلا رہے ہیں۔ بعض اپنی سادگی دیہالت کی بنا پر اور بعض کسی تعصب یا عناد پر۔ خاص طور پر تقلید وسلوک کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ سعودی نظام حکومت میں دین اسلام مذہب اہلسنت والجماعت اور فقہ حنبلی پر فقہی اختلافات میں عمل ہے۔ قضاۃ و تعلیم ساری کی ساری حنبلی مذہب کے مطابق ہے۔ اسی لئے مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کسی مذہب کے خلاف قطعاً حکومت یا اس کا کوئی قانون نہیں ہے۔ البتہ چونکہ عمل تو ایک ہی مذہب پر ہو سکتا ہے اور چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کٹر حنبلی تھے جو کہ حکومت کے پیش رو ہیں اس لئے عملاً حنبلی مذہب اختیار کیا۔ نیز اسی طرح صحیح شرعی سلوک وتصوف کے بارے میں بھی اصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے آل وعلماء راسخین بالکل خلاف نہیں ہیں۔ ان حضرات کے پیش رو و اکابر شیخ الاسلام ابن تیمیہ و ابن القیم وغیرہ کی کتب وآراء اس بارے میں مشہور ہیں۔ خود سعودی حکومت نے اپنے خرچ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فتاویٰ چھپوایا

اسمیں ایک پوری جلد تصوف کے بارے میں ہے اور ایک پوری جلد سلوک کے بارے میں ہے۔ جس میں شرعی سلوک و تصوف کے بارے میں صاف واضح الفاظ میں تائید و حمایت فرمائی ہے۔ البتہ اس میں وارد بدعات و خرافات کی قوت سے نشان دہی و تردید کی ہے۔ شیخ ابن قیم کی تو پوری کتاب مدارج السالکین ہے ہی تصوف کی مشہور کتاب منازل السائرین کی مفصل شرح و خدمت ہے۔ اسی طرح سعودی حکومت۔ دار الافتاء کی طرف سے مشہور تصوف کے آئمہ کی کتابیں جیسے امام غزالی کی احیاء علوم الدین اور امام قشیریؒ کا رسالہ قشیریہ اور شیخ سہروردیؒ کی عوارف المعارف اور امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب وغیرہ کی باقاعدہ قانوناً باہر سے آمد اور اسکی نشر و اشاعت اور مکتبات میں بکنے کی عمومی اجازت ہے۔

اسی طرح اس بات کی مشہور علماء نجد آل شیخ محمد بن عبدالوہاب نے مختلف مواضع پر توضیح فرمائی ہے کہ شریعت کے مطابق تصوف کے وہ ہرگز خلاف نہیں اور یہی ہمارے اکابر کا امتیاز عمل رہا ہے کہ تصوف برحق مگر ہر حال میں وہ شریعت کا پورا پورا پابند۔

البتہ چند متعصب بے وقوف قسم کے لوگ جو کہ ہر طبقہ و جماعت میں موجود ہوتے ہیں۔ ایسے سعودی عرب میں بھی پائے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے ان میں سے بعض اچھے عہدوں پر بھی فائز ہیں۔ اس لیے بعض سطحی نظر والوں کو اس بارے میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ الحمدللہ سعودی عرب کا اکثر سنجیدہ سمجھدار علمی طبقہ

اس بات کے حق میں ہے کہ جزئی اختلافات کو نظر انداز کرنا چاہیئے۔ لہذا مندرجہ بالا سوالات اور جوابات تو واقعات و حقائق پر مبنی ہیں۔ اس میں شک صرف اسی کو ہو سکتا ہے۔ جو حالات سے ناواقف ہو یا اس پر وہم کا غلبہ ہو۔

دستخط : عبدالحفیظ (مدینہ منورہ)

۲۵۔ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عبرت آموز مبارک خواب ضمیمہ نصیحت آموز خط

تبلیغی جماعت کے ایک مخلص وصالح ہمہ وقت کارکن کی رویا صالحہ اور اس کی تعبیر میں حضرت قطب العالم شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا مکتوب گرامی

ایک زاہد و صالح عالم دین، حضرت شیخ دام مجدہ کو اپنا ایک خواب تحریر کرتے ہیں۔ کہ دیکھا حرم مکی میں ہوں۔ بیت اللہ جیسی چیز دروازوں سے بند کی ہوئی ہے۔ اذان ہوتیں دروازے کھلے تب معلوم ہوا کہ یہ بیت اللہ نہیں۔ بیت اللہ دوسری طرف ہے مثالہ مدینہ منورہ روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا مواجہ شریفہ کے سامنے کھڑا ہوا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہوں۔ ایسا محسوس ہوا کہ اندر سے اعراض فرما رہے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ کام تو کرتے نہیں ہو" یہ دل میں محسوس ہوا کہ ارشاد دعوت و تبلیغ کی طرف ہے۔ بس یہ محسوس کر کے بندہ رونے لگا۔ آنسو بہہ رہے ہیں۔ اور عرض کرتا جا رہا ہوں۔ "اب کیا کروں گا۔ اب کیا کروں گا" پھر یہ آیت پڑھ کر

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الخ دبی تب علیٰ

کہتا جا رہا ہوں۔ فارغ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر سلام عرض کر رہا ہوں۔ پردے بیٹھے ہوئے محسوس ہوئے۔ دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور آپ کے بائیں طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف فرما ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر کرتا شریف اور سر مبارک پر عمامہ

شریف، عمامہ شریف کا شملہ کرتے کے اوپر۔ صدری یا اور کوئی چیز اس کے مشابہ
زیب تن فرمائی ہوئی ہے کے نیچے ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ،
کرتا مبارک عمامہ شریف زیب تن فرماتے ہوئے دو زانو قبلہ کی جانب رُخ کئے ہاتھ
میں تسبیح ذکر فرما رہے ہیں۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مبارک لباسوں سے فقر صاف عیاں ہو رہا تھا۔
وہی محسوس ہوا کہ جیسے اعراض فرماتے ہوئے۔ رُخ دوسری طرف فرمایا ہوا ہے
پھر اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور رُخ مبارک میری طرف فرما کر ارشاد
فرمایا تم یہ کام تو کرتے نہیں ہو بندہ نے جلدی سے ادھر حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل
کھڑے ہو کر دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا "کیا کروں گا حضور آپ کیا
کر دونگا" پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ایک طرف بڑھا کر تسبیح
اٹھا کر اس سیاہ کار کو عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لو اس پہ پڑھا کرو۔ بندہ نے
بہت ہی مسرت اور خوشی کے ساتھ وہ لے لی۔ باقی تسبیح اور رنگ کی اور دو تین
منکے اور رنگ کے۔ پھر ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ بندہ نے بہت ہی
خوشی کے ساتھ عرض کیا۔ ضرور۔ ضرور۔ حضور سے دعا کی درخواست ہے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سر مبارک کو اثبات میں ہلایا پھر ارشاد فرمایا "ہاں اور
تم کو چھوڑیں گے تھوڑے ہی۔ بندہ نے شاید پھر یہی عرض کیا ضرور۔ ضرور۔ پھر حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو اس دوران کھڑے ہو چکے تھے بندہ کے ہاتھ سے
وہ تسبیح خوشی اور تبسم فرماتے ہوئے لیکر اپنی تسبیح جس پہ ذکر فرما رہے تھے کے ساتھ
ملا کر دونوں مبارک تسبیحیں اس سیاہ کار کو تبسم فرماتے ہوئے عنایت فرمائیں۔ اور
ارشاد فرمایا کہ یہ لو۔ بندہ وہ مبارک عطایا اپنے سر پہ رکھ کر خوشی سے جھومنے لگا۔ حضرت
والا کے مبارک فیض کی برکت سے یہ خواب دیکھا ہے سوچ سوچ کر جھرجھری آجاتی
ہے کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سیاہ کار کو جس کا ظاہر و باطن گندگیوں سے
بھرا ہوا ہے یہ ارشاد فرما دیں گے۔ پھر یہ سوچ کر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور ارشاد
فرمایا ہو گا تم نے اپنے عیوب کی بنا پہ ایسا سنا ہے کچھ اطمینان ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت اقدس کی طرف سے جواب کی نقل

باسمہ تعالیٰ: عزیزم مولوی . . . . سلمہ بعد سلام مسنون تمہارا محبت نامہ پہنچا۔ اس سیاہ کار کے متعلق جو تم نے لکھا وہ تمہاری محبت کی علامت ہے اللہ تعالیٰ تمہاری اس محبت کو دونوں کے لئے دینی ترقی کا ذریعہ بنا دے۔ مگر پیارے میں تو بے کار ہو چکا اسی سال سے متجاوز ہو چکا ہوں۔ میرے لئے زندگی کی بجائے حسن خاتمہ کی دعا کروانے کا زیادہ محتاج ہوں۔ تمہارا خواب بہت مبارک ہے اور بہت ہی اہم ہے۔ کاش مجھے تعبیر دینی آتی۔ مولویوں والا کوئی کام کبھی آیا ہی نہیں۔ نہ نماز پڑھانی نہ فتویٰ دینا نہ وعظ کہنا نہ تعبیر آوے۔ تاہم جو سوچنے کے بعد ذہن میں آیا وہ یہ ہے کہ خواب تو بہت مبارک ہے یہ فرمانا کہ تم سے کام لینا ہے بہت مبارک ہے۔ مگر ابتدائی اعراض میرے نزدیک ذکر میں کمی ہے جس کی طرف تبلیغ مبارک سے اشارہ ہے اور پھر حضرت صدیق رضؓ نے اپنی تسبیح دیکر میرے اس خیال کو مزید مؤکد کر دیا۔

ذکر بہت اہم ہے اسکی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے۔ میرے چچا جان حضرت مولانا الیاسؒ اسکی بار بار تاکید فرماتے تھے اور مبلغین کو اسکی تاکید فرماتے تھے کہ ذکر ہمارے کام کیلئے رخ ہے بالخصوص تبلیغی احباب کو اسکی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اسلئے کہ انکو اختلاط مع العوام بہت ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں جب میوات جاتا ہوں اور صلحاء کے مجمع کیساتھ جاتا ہوں مگر عوام سے اختلاط کی وجہ سے دل پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ میں اس کو دھونے کے واسطے سہارنپور رائیپور جو مواقع ذکر ہیں جاتا ہوں اور اگر جانا نہ ہو تو اعتکاف کر کے اس اثر کو دھوتا ہوں۔ جو اختلاط عوام کی وجہ سے قلب پر پڑتا ہے تم تبلیغی احباب کو چونکہ عوام سے زیادہ اختلاط ہوتا ہے اس لئے اس طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

میں خود بھی تبلیغ والوں کو ذکر کی طرف اور خانقاہ والوں کو تبلیغ کی طرف زور سے متوجہ کیا کرتا ہوں، اور جب مجھ سے کوئی پوچھا کرتا ہے کہ تبلیغ اور ذکر میں کون سی چیز مقدم ہے تو میں جواب دیا کرتا ہوں کہ کھانے اور پینے میں کونسی چیز اہم ہے؟

میں تبلیغ والوں کو ذکر کی اہمیت اور خانقاہ والوں کو تبلیغ کی اہمیت بتلاتا ہوں جیسی کہ دونوں فریق کے بیوقوف اپنی چیز کی توہین سمجھتے ہیں حالانکہ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ جس چیز میں وہ مشغول ہیں وہ تو کر ہی رہے ہیں۔ جس میں کمی ہے۔ اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ میرا

خیال ہے کہ تم میں ذکر کی کمی ہے اس لئے اعراض فرمایا گیا۔ میں لکھنے کا تو بہت ارادہ کر رہا تھا مگر میری طبیعت خراب ہے۔ بسر چکرانے لگا۔ میرا یہ خط عزیز مولوی ۔۔۔ کو بھی دکھا دینا اور ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ وہ دونوں چیزوں پر خاص نگرانی رکھیں۔ اور ایک کو دوسرے کی وجہ سے چھوڑیں نہیں اور یہی تاکید دوستوں کو کرتے رہیں۔ تم سب دوستوں کیلئے بہت اہتمام سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ مکارہ سے محفوظ فرماکر بہر نوع لائنوں میں ترقیات نصیب فرمائے۔ تمہارا ارادہ حج و زیارت کا ہے اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ قاضی صاحب کو تمہارا خط سنا دیا۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۴ جمادی الاول ۱۴۰۱ مطابق ۳۰ مارچ

باسمہ تعالیٰ

دُوسرا مکتوب عالی

جو حضرت نے اپنے ایک مجاز کو تبلیغ کی حمایت میں کوتاہی کرنے کے احتمال پر بطور تنبیہ تحریر فرمایا۔

مکرم و محترم . . . . مد فیوضکم بعد سلام مسنون۔

عرصہ ہوا تمہاری علالت کی خبر سنی تھی پھر اس کے بعد سے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ میری طبیعت بھی خراب چل رہی ہے مگر اس کے باوجود عزیزوں اور دوستوں کے خطوط کا انتظار رہتا ہے آنے جانے والوں سے تمہاری مجلس ذکر کی خبریں سنتا رہا اور بہت مسرت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ استقامت و ترقیات سے نوازے مکارہ سے محفوظ فرمائے مگر اس کے ساتھ ہی ایک شکایت پہنچی ہے کہ آپ تبلیغ کے کچھ خلاف کرتے ہیں میرے نزدیک تو یہ شکایت غلط ہے اور مجھے یقین نہیں آتا۔ اس لئے کہ ہمارے دوستوں کا حال یہ ہے کہ جو چلنے میں نہ جائے اس کو یہ لوگ مخالف کر کے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مرض کے لئے گشت اور باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ میں خود بھی اس میں مبتلا ہوں کہ معذوری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ اس لئے بعض لوگ مجھے بھی مخالفین میں شمار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ جب سے چچا جان نے تبلیغ کا کام شروع کیا ہے اس وقت سے برابر میری شرکت رہی۔ چونکہ ذکر ہمارا جدی ورثہ ہے اس لئے چچا جان کے شروع شروع کام میں لوگوں کے خطوط آتے تھے کہ ذکر مقدم ہے یا تبلیغ؟ اس وقت میرا جواب ہوتا تھا کہ کھانا مقدم ہے یا پینا۔ تبلیغ بمنزلہ غذا کے ہے اور ذکر بمنزلہ پانی کے اگر غذا نہ ہو تو زندہ رہنا مشکل اور پانی نہ پئے تو غذا کا ہضم ہونا مشکل۔ خود چچا جان کے یہاں ذکر کی تاکید کی جاتی تھی۔ خاص طور سے تبلیغی احباب کو ذکر کی طرف توجہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ ذکر صفائی قلب کے لئے بہت ضروری ہے۔ میرے چچا جان فرمایا کرتے تھے کہ میں حب میوات جا یا

کرتا ہوں تو صلحاء کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں مگر وہاں عوام سے اختلاط کی وجہ سے قلب پر اثر ہوتا ہے اور جب تک راستے پورے نہ جالوں یا اعتکاف نہ کر لوں قلبی حالت نہیں لوٹتی۔ اس لئے کہ عوام سے اختلاط کی وجہ سے قلب پر بہت اثر ہوتا ہے۔ میں اس مضمون کو بہت تفصیل سے لکھواتا۔ مگر سر میں چکر ہے۔ یہ صرف تنبیہ کے واسطے لکھوایا کہ اگر یہ شکایت صحیح ہو تو اس سے احتراز کریں اور اگر جانا نہ ہو تو تحریر اور تقریر میں تبلیغ کی اہمیت ضرور بیان فرماتے رہیں۔ بہر حال میرے نزدیک تو آپ کے متعلق یہ شکایت غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی درجہ بھی صحیح ہے تو اس سے بہت بچتے رہیں اور کسی بھی طرح سے تبلیغ کی حمایت میں کسر نہ چھوڑیں۔ آجکل میرے دماغ میں زیادہ اثر ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں تو چکر آنے لگتا ہے۔ امید ہے کہ میری مختصر تحریر اگر اس شکایت میں کوئی درجہ صداقت کا ہے تو آپ کے لئے کافی ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ، ۲۵ جمادی الاوّل ۱۴۰۱ھ بمطابق ۳۱ اپریل ۸۱ء

نوٹ: دونوں مکاتیب گرامی کی اصل کاپی احقر کے پاس محفوظ ہے۔

محمد اقبال مدینہ منورہ۔